

اینڈرسن کی کہانیاں

اظہر افسر

اینڈرسن کی کہانیاں

اینڈرسن کی کہانیاں

اظہر افسر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.jqbalkalmati.blogspot.com

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

فہرست

۱	اینڈر سن
۱۸	جس او کا فٹہ
۲۲	بلیغ کا پتہ
۴۱	اصلی شہسزادی
۴۸	نئی ایذا کے پھول
۱۲۵	جہان پر کے کپڑے

اینڈر سن

اینڈر سن کا پورا نام کزنس کرپچرن اینڈر سن تھا، وہ امریکی کوسٹنگ میں اوڈنس (برمن) کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا، کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اوڈنس میں پیدا ہونے والا یہ غریب لڑکا ایک دن ساری دنیا میں نامور مشہور ہو جائے گا بلکہ ہر طرف چانا جائے گا۔

اینڈر سن کا باپ ایک غریب مری تھا، اینڈر سن کے چچن ہی میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور سیدھا ہی ماں کو اپنی اور اپنے بچے اینڈر سن کی پرورش کے لیے گمشد اوڈنس کے چشموں میں کوڑے جو کہ لوگوں کے کپڑے دھونے پڑتے تھے۔

اینڈر سن چچن ہی سے محب و مرید تھا اسے چھوٹی عمر ہی سے مزے مزے کی کتابیں پڑھنے اور ان کی کہانیوں کی تصویریں دیکھنے اور چھوٹے چھوٹے ہانگ بنانے کا شوق تھا، مزہ کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے ہانگوں کو خود ہی گاؤں میں کیپٹن تھا، خود ہی کمانڈر تھا اور سارے گاؤں خود ہی ادا کر جاتا۔

چچن میں اینڈر سن کا ہاتھ رکھ کر ایک بوڑھی عورت نے کہا تھا بیٹا تو اپنے

گاہوں کا نام دھنوں کے ساتھ لکھا۔ ایک دن تیرے لیے یہ سدا گاہوں کا جشنیں سے جگمگا اٹھتا۔
 چھوڑ دے اس کی عمریں اور دن میں نے اپنا گاہوں چھوڑ دیا اور مددگار کی تلاش میں
 سید شہر کو پہنچ گیا۔ ایچند سن نے یہاں پہنچ کر مختلف آزمائشوں سے طاقت کی
 تاکہ وہ اس کا کام اور اس کے کہیں دیکھ کر اسے کوئی اچھا مقام دے سکیں۔ تھے
 تھے وہ تین دنوں کی ایک مشہور تاجھے والی تادی کے گھر پہنچ گیا جو ان کی چیزیں
 اعداد اپنا ہر کام دیتی تھی۔

ایک ہی طاقت میں ایچند سن نے اپنے سارے کرب رائل چیز کی اس تاجھے
 والی کو کھائے اور اسے سے اپنی دلی محبت کا اظہار کر دیا۔ پھر لیا اس نے اپنے
 جوئے ناکر قرقرش پر اس قدر کے تھے تھے تاجھے والی کو دکھائے۔

جب سارے کرب ایچند سن اٹھادی کو دکھا چکا تو آخر میں اپنے فنی کے
 پاسے میں اس سے واسطے پوچھی، تادی نے کہا "ایچند سن تمہارا فنی کب بھی نہیں ہے
 مگر تم بہت پیارے ہو۔"

اتنا سننے ہی ایچند سن دیکھا تادی کے گھر سے نکل پڑا۔ پھر اس نے ادھر
 کا رخ نہیں کیا۔ ایچند سن جنت ہانے والا لاکا نہیں تھا وہ دوسرے دن ہی سے
 کوئی چیزیں کے ڈسٹرے ڈسٹوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا ایک سے
 اس نے اس بات کی غرض کہ وہ اسے اشیاء دیکھنے میں مدد دے بہت بہت
 اُسے چھوئے ہونے کام ہٹنے کے ایک دن ایچند سن کی انتظار ورائی چیز کے ایک
 ڈاکٹر کرنے دوس کے بادشاہ کے دربار میں پہنچا دیا۔ بات چیت کے وقت بادشاہ
 نے سوچا کہ اس لڑکے کو پہلے بھی تعلیم کی ضرورت ہے بادشاہ نے ایچند سن کو
 شاہی اسکول میں بھیج دیا تاکہ وہ اپنے حق کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کر سکے۔ مائل
 چیز کا نام کرکڑ بھی تھا چکا تھا کہ لڑکا زمین ضرور ہے مگر اسے ایسی تعلیم کی ضرورت

ہے ایچند سن سے پہلے وہ کئی لوگوں کو شاہی اسکول میں اس طرح شریک کر دیا تھا۔
 ایچند سن شاہی اسکول میں داخل تو ہو گیا مگر یہاں بھی وہ اپنی فنی و شوق میں
 نہ چھوڑ سکا۔ ایک دن جب اسکول کی کمر کی کپاس سے سوتیلیوں کا بڑا ڈنڈہ ہوا
 تھا تو ایچند سن نے پکار کر کہا: "مستر صاحب ان بولانی بھنوں کو بھی تو کچھ پٹھائے"
 ایک دن ایک بہت بڑے بے ترے اسکول ٹیچر کو دیکھ کر اس نے غصہ
 لگایا۔ "مستر صاحب کپ کے تو وہ ٹیچر بن سکتے ہیں؟"

ہر نو بادشاہ کی وجہ سے بات آن گئی ہو جاتی تھی۔ آخر ۲۳ سال کی عمر میں
 اس نے اس اسکول کے سارے امتحان پاس کر لیے اور اسکول چھوڑ دیا۔
 اپنی تعلیم کے زمانے میں وہ دن رات یہی سوچتا تھا کہ اسے کسی طرح شاعر
 اور ادیب بننا ہے اور ساتھ ساتھ اُسے یہ بھی محسوس ہوتا رہا کہ شاعر اور ادیب
 ہی کر اپنے آپ کو مونا نامت مشکل ہے اس میں جیتیں زیادہ اور آمدنی بہت
 کم ہے۔

دوسری طرف شہرت خود اس کی مشترک تھی۔ میں جب وہ اٹلی سے واپس
 ہوا تو اس نے اپنا ایک چھوٹا سا ناول لکھا۔ ہاں کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی کتاب
 ہڈیوں کی کہانیوں کی بھی لکھی۔ اس کتاب کی ساری کہانیاں اس کی بچپن کی سسٹی ہوتی
 تھیں۔ وہ ان کتابوں سے مشہور ہوئیں مگر پھر بھی سبیل مدہوں کا تھا جس کی اس کو
 بے حد ضرورت تھی۔

کچھ ہی دن گذرے ہوں گے کہ اس کی شہرت تقریباً ساری دنیا میں پھیل گئی
 اپنی بچپن میں سسٹی ہوتی کہانیوں کے ساتھ ساتھ خود اپنی طرف سے وہ نئی نئی
 کہانیاں لکھنے لگا اور بہت جلد ہی کہانیاں کا بر میں زبان کے ساتھ دوسری زبانوں
 میں ترجمہ ہونے لگا۔

قہاری کہانیاں یہاں سے دور دور تک پسند کی جا رہی ہیں۔ جاپان اور ہندوستان کے بچے بھی آپ کی کہانیوں سے مزے لے رہے ہیں۔ دنیا کی تقریباً ساری زبانوں میں آپ کی کہانیوں کے ترجمے ہو چکے ہیں اور ہر زبان میں آپ کی کہانیاں مستحق اور پڑھی جا رہی ہیں۔

اشفاق کریم انڈین نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اس سال کے موسم میں وہ اس قدر متھول ہو گیا کہ ٹاک ماسٹروک مارک کر کے اس کی کہانیوں پر مہاراجہ ادیشے لگے وہ کہتے کہ تم نہ صرف بچوں کا بلکہ جانا بھی دل بہلا رہے ہو۔

پراس نے برمنی کے قلم حلقوں کا دور کیا آخر کار، فرانس اور انگلستان کی سیر کی۔ جگہ جگہ اس نے اپنے پرستار پائے۔ بے شمار بچوں نے انڈین کو تجھے دیکھ۔۔۔ بزرگوں نے اسے اپنے گھر لے لیا اور اس کی پیاری زبان سے اس کی کہانیاں سنیں۔

جب شہزادوں اور بڑے بڑے امیروں نے اس کی تعریف کی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ جنتِ منت اور خوشنظر سے اس نے یہ مقام حاصل کیا تھا۔ صوفی سی عمریں جو گزرے اس نے حاصل کیے تھے وہ ساری باتیں اس نے اپنی کہانیوں میں بیان کر دی ہیں۔ اس لیے اس کی ساری کہانیاں نصیحتی سے بھر پور ہیں۔

انڈین اپنے آخری سانس تک بچوں کے لیے سستی زبان میں سپاہی پیاری کہانیاں لکھتا رہا۔ ۳۰ سال کی عمر میں اسے گاؤں کا سب سے بڑا آدمی کا اعزاز ملا۔ اور آدھس گاؤں پر انھوں سے جگہ گائے دیا۔ اس طرح بچوں میں بڑی بڑی عورت کی حیثیت کوئی بائبل سے ثابت ہوئی۔

اُسے کہانیاں لکھنے اور سننے کا ایسا شوق تھا کہ اس دُور سے کہ اس کے اس فن کو وہ کانا لگے اس نے مورخ شاہی جنس کی امداد اپنا گھر بنایا۔ عمر مگر کوارا رہا۔ بس اپنے پرستار بچوں کے دنیاوی زندگی کا شکر ادا۔

آخر مشنریا میں جب کہ اس کی عمر تقریباً ۸۰ سال ہو گئی تھی اس نے صبرِ پر لیٹ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بچوں نے اسے بتایا "اے جہاں سے پیاسے لایمب

تم اس درخت کے اوپر چڑھ جاؤ تو اُنہی نہیں ایک بہت بڑا سوراخ ملے گا، اُس آفتاب
سوراخ کو تم اس میں گھس سکتے ہو، اگر تم اس سوراخ میں پہنچ کر درخت کی تہہ
تک پہنچ جاؤ۔ خدا۔ تم حرکت کرو میں قبلی کی کرے ایک، نئی بات وہ ملے گی تاکہ
جب تم جگے پکادو تو میں نہیں فوراً اوپر کھینچ لوں۔

مگر میں درخت کی تہہ تک پہنچ کر کیا کروں گا سہا ہی سننے پر چھا۔

یوں تم وہاں سے بہت ساری دولت اٹھاؤ گے، جیسے ہی تم درخت کی
تہہ میں پہنچو گے، وہ بولی: "تمیں وہاں ایک بہت بڑا پاں ملے گا ٹوپ دو خوش
اس پاں میں ایک خوشیاں تین سو چراغاں ملے، ہے یہاں۔ یہاں تہیں دو دروازے
نکرا آئیں گے، حرکت کرو۔ ان دروازوں کو تم بہت آسانی سے کھول سکتے ہو ان
دو دروازوں پر غل میں مگر وہاں کبیاں بھی لگی ہوئی ہیں، پہلا دروازہ کھولو گے تو ایک
کرے میں پہنچ جاؤ گے، اس کرے کے پچھڑے ایک صندوق ہو گا جس پر ایک
ٹٹا بٹھا ہو گا، اس کے نیچے کی انھیں آئینہ ڈی بڑی ہیں جیسے پائے کی پینا بیاں، تم
ڈٹا انہیں میں نہیں اپنا فرل (پچھڑ) وہاں گی تم اس فرل کو فرل پر پہنچاؤ گے پھر
پک کر کھجے کو پڑ لینا اور اس فرل میں پیرٹ لینا آٹا پکڑیں کرے گا پھر صندوق
کھول کر جتنے کھجے پاہو نکال لانا، اس صندوق میں صرف تانے کے سکتے ہیں گے
اگر تم چاندی کے سکتے پاہتے ہو تو تہیں دوسرے کرے میں جانا ہو گا، کیا ہے، اس
دوسرے کرے میں جو کشتا جہیں ملے گا، اس کی انھیں گرنی کے چنگوں کے برابر
ہوں گے، یہاں بھی تم ڈٹنا۔ اس کو بھی تیزی سے میرے فرل میں باندھ لینا اور
الوتان سے صندوق کھول کر جتنے پاہو سکتے ملے لینا، اگر تم چاندی اور تانے کے
سکتوں کے ساتھ ساتھ سونے کے سکتے بھی پاہتے ہو تو پھر تہیں دوسرے کرے
میں جانا ہو گا، تیسرے کرے کے صندوق پر جو کشتا بٹھا ملے گا وہ بہت ہی خوشیاں

جادو کا ڈبہ

بہت دنوں کی بات ہے کہ ایک سہا ہی صاحب سڑک پر لٹا، آفتاب
دانت کرتے چلے چلے جتے وہ کس شان سے گرن کی پیڑ پر ایک بڑا سا جوتا
تھا اور ہاتھ میں تھوڑا سا لٹک رہی تھی۔ یہ کئی جنگوں میں حصہ لے چکے تھے اور اب لٹک
رہے تھے۔

چلتے چلتے ان کی طاقت ایک بوڑھی جادوگرنی سے ہوئی، تو یہ جادوگرنی اس
سے پکڑ کر ایسی جادوئی حق کہ پوچھو نہیں صرف اس کے نچلے ہونٹ کی وی دیکھو تو
وہ بڑی طرح لٹک کر اس کے سینے تک آگیا تھا۔

سہا ہی صاحب کو دیکھ کر بوڑھی جادوگرنی بولی: "واہ۔ واہ۔ واہ۔ کیا شان
ہے کیا چنگا، لٹکا رہا ہے" واہ کیا بڑا جھولا ہے، "پتہ پتہ تم ایک سہا ہی ہو، تمیں تو
وہ ساری دولت ملنی چاہیے جس کی تم آرزو کرتے ہو۔"

سہا ہی صاحب بولے: "مگر بہت بہت شکریہ۔"

پھر بوڑھی جادوگرنی نے سڑک کے کنارے ایک بہت بڑے پتہ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے بولی: "تم اس درخت کو دیکھو، ہے ہو یہ اصل میں کھوکھلا ہے اگر

ہر گاہ اس کی آنکھیں کھلے گی بڑھیں یعنی بڑی بڑی ہوں گی مگر تم نہ جانیں۔ اسے بھی
فرقل میں باندھ دینا۔ اگر اس کے کانوں کی تم نے فرقل میں لپیٹ دیا تو پھر صندوق سے
تم ہٹنا پاؤ ہو سونے کے تختے جو۔

سپاہی صاحب دیر تک بیٹھے رہے پھر رونے لگے تو سب ہنسا کہ تم
بچے کے سبب کہ ماحول کرنے کے لیے نہیں کیا دینا ہوگا۔ تم بچہ کے لیے تو بچے
سب کہہ لیے نہیں ہوگی۔

یہ وہی جلدو گرتی ہوئی تھی اس لیے 'ہانسی' سونے کے سٹوں میں سے
بکھیرا گیا ہے تم مجھے جتناں کا ایکس پڑانا ڈرتا دھونا پتھان کا یہ ڈنہ میری نانی
بیکل درخت جب دوست کی قبر میں گئی تھی تو وہاں ہول نہیں تھیں۔

سپاہی صاحب رونے لگے تو پھر فریاد کیا ہے 'بچے' تو وہ نہیں چلا۔
یہ وہی جلدو گرتی ہوئی تھی تو وہی جلدو گرتی ہوئی۔

سپاہی جھٹ پٹ دوست پر چڑھ گیا اور تنے کے سوراخ میں سے گھٹکا
ہوا اور گرفت کی تھم میں پھنسنے لگا۔ دلو۔ دلو۔ کچھ پچا وہاں ایک بہت بڑا درخت
ہاں تھا جیسے لڑکی جلدو گرتی سے کہا تھا۔ وہاں تین سو سے زیادہ پڑا ہوا ہیں۔ یہ تختے

سپاہی نے پہلا دوا نہ کھولا۔ ایک کشتا دیشا تھا جس کی آنکھیں جانے

کی پیدائش کی طرف بڑی بڑی تھیں۔ وہ صحرائے سپاہی کو گھور رہا تھا سپاہی
نے فوراً جلدو گرتی کا ہاں فرقل فرقل پر پھیلا دیا۔ پھر گتے کو بڑی کسی خوف کے
انگوٹھ فرقل میں باندھ لیا۔ پھر اس نے صندوق کھولا۔ صندوق کا غارت خانے کے

سٹوں سے بھرا ہوا تھا سپاہی نے اپنی میزیں تانے کے سٹوں سے بھر لیں۔ چند
افرقل اسے کٹا نکال کر صندوق پر دایس رکھ دیا۔ اور دوسرے کمرے کی طرف

بڑھا۔

دوسرے کمرے میں کچھ لڑکے تھے بڑی بڑی آنکھوں والا کشتا دیشا تھا جسے برفانی
کی پھیل رہی تھی۔ کتے کو گھومتے ہوئے دیکھا تو سپاہی بولا۔ اب زیادہ گھبرا
و نہ تمہاری آنکھیں اُٹھ رہی ہیں گی۔ اچانک اس کے کانوں میں جلدو گرتی کے فرقل میں رکھا
اور صندوق کا ڈھکنا کھولا۔ اور غارت خانے کے سٹوں سے بھرا پڑا تھا۔

سپاہی نے اپنی میزوں سے تانے کے تختے پھینک دیے پھر ان میزوں کو
پھانسی کے سٹوں سے جھریا اور دوسرے کمرے کی طرف پٹا۔ اس کو سٹوں سے صندوق
پر کشتا دیشا اس کی آنکھیں بڑھیں کی طرف بڑی بڑی تھیں اور گول گول گھوم رہی تھیں
"آپ محض یہ تختے صاحب" سپاہی نے کہا اور جھٹ سے جلدو گرتی کا
فرقل پکڑ کر کتے کی اس میں لپیٹ دیا۔ پھر جلدو کھولا تو غارت خانے کے سٹوں سے
پڑا تھا۔ اسی سٹوں سے کیا نہیں خرید سکتا تھا۔ اور۔ دنیا بھر کی چیزیں۔ دنیا بھر کی۔

سپاہی نے اپنی میزوں سے پھانسی کے تختے پھینک دیے۔ یہ وہی جلدو گرتی
کے تختے میزوں اور اپنے جھولنے میں بھر لیے رہی نہیں اپنی فرقل اور جھٹ میں بھی
اس نے سونے کے تختے بھر لیے۔ اتنے کتے کہ اس کا پلٹنا مشکل ہو گیا۔ پھر اس
نے جلدی جلدی کتے کو وہیں صندوق پر رکھ کر دوست کے درخت کے تختے کی طرف
پٹکا۔ اسے اسے جلدو گرتی۔ بچے اور کچھ۔ جلدو گرتی نے پوچھا۔ نہیں جھٹان
کا صندوق بھی ڈال۔

سپاہی نے ہر گز کہ اور کچھ دیکھا اسے ہاں اس نے وہ جھٹان کھنڈی
تو کیا ہی نہیں۔ اس نے ہر اور دیکھا۔ صندوق پر ایک جھٹان کا تختہ بھی رکھا تھا۔
و غارت خانہ پر پٹا سا ڈنہ تھا سپاہی نے جلدی سے یہ ڈنہ اٹھا کر اپنے فرقل میں
باندھ لیا۔

جلدو گرتی نے پوچھا۔ کیا ہو گیا وہ میرا ڈنہ تم نے فرقل میں باندھ لیا۔

سپاہی بولا: "ہاں ہاں تم مجھے اور بچھڑو۔"

بادلو گئی نے سپاہی کو اور بچھڑا دیا۔

خوشنک ہی دیر بعد سپاہی کو پر سرنگ پر تھا۔ بادلو گئی بولی: "لاؤ مجھے وہ چاقو"

کا توجہ دے دو۔"

سپاہی بولا: "اے وہ ڈپہ تو میں دیتی ہوں۔" کچھ بھول گیا۔ تب میں

اس سے کہہ کر کام تھا؟

بادلو گئی بولی: "تمہیں اس سے کیا کرتا ہے وہ ڈپہ مجھے دے دو۔"

سپاہی بولا: "اس ڈپہ سے کیا کام لینے والی ہو چھپے ہو بتاؤ۔"

بادلو گئی بولی: "یہ نہیں تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ بلکہ امر کر دوں گی تو میں

تمہیں ختم کر دوں گا۔"

اب تو سپاہی بہت گھبرایا۔ اس نے فوری اپنی تلوار نکالی اور بادلو گئی کے

سنبھلنے تک اپنی تیز تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

بادلو گئی کا خاتمہ ہوئے ہی سپاہی نے چند (فرغل) سنبھالا۔ اور

جلدی بھلی چل کر سب سے پہلے نئے والے شہر میں پہنچا۔ یہ شہر صوفیوں کا تھا

بلکہ یہ وہ خوبصورت تھا۔ اس شہر کے سب سے خوبصورت محل کا ایک کمرہ

سپاہی نے حاصل کیا اور شہریت قیدی کو اس کا طلب کیا۔ اس اب تو سپاہی

بہت مددگار تھا۔ مجھے سونے کے کچے ہاتھ تھے اور کھینچتا تھا۔

بولی کا ایک آدمی اس کے جوتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے گیا۔ اس نے

دیکھا اس قدر امداد آدمی کے ہوتے آتے نہ آتے "اس قدر خراب" دوسرے ہی

دن سپاہی کے لیے نہیں پوشاک اونٹنے ہوتے آئے۔

اب سپاہی شہر کا سب سے امداد آدمی تھا۔ مجھے ہی لوگوں کو اسلحہ

آدمی کی ضرورت تھی۔ ہڈیے ہڈیے لوگ اس کے پاس آئے۔ دوست بننے

لگے۔ بتانے لگے کہ اس شہر میں دیکھنے کے قابل کیا کیا چیزیں ہیں۔ مشہور مقامات

کون کون سے ہیں۔ کہنے لگے۔ آپ ہمارے بادشاہ سے بھی ملے ہیں۔ ہماری

خوبصورت شہزادی کو بھی دیکھیے۔

سپاہی نے ان لوگوں کی باتیں سنیں کہہ کر۔ ہاں شہزادی کو ضرور دیکھوں گا۔

لوگوں نے کہا مگر شہزادی کو دیکھو گے کیسے؟ آئے اگر ملک کسی نے

میں دیکھا۔

سپاہی نے پوچھا۔ کیوں شہزادی کو کسی نے اب تک نہیں دیکھا۔

لوگ بولے: "اس لیے نہیں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے پھر کے قلعہ میں

بند ہے۔ ہمارے طرف ہمارے رخ میں ہیں۔ پھر ہی سے قلعہ میں۔ شہزادی سے

سوائے بادشاہ اور حکم کے کوئی نہیں مل سکتا۔

"کیوں؟" سپاہی بولا۔

"اس لیے کہ کسی نے بتایا ہے کہ اس شہزادی کی شادی ایک سموتی سپاہی

سے ہوگی۔ ہمارے اہل ہوا بادشاہ یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں؟

لوگوں کے ہانسنے کے بعد سپاہی نے سوچا پھر تو اس شہزادی سے ضرور

ملنا چاہیے مگر وہ شہزادی سے کیسے مل سکتا ہے۔

سپاہی دن رات شہزادی سے ملنے کی ترکیبیں سوچتا تھا۔ اور ایک شاندار

نزدیکی گزار رہا تھا۔ اکثر خیموں کو جاتا اور ناچ گانے سمیتا۔ شاہی ہاتھوں اور انہوں

میں بہت مل کر تھا اور غریبوں میں وہ بہت محبت کرتا تھا۔ وہ کہتا: "کتنی بڑی بات

ہے کہ کوئی بھی یہ کہتا ہو۔"

بہت اے اس کے دوست گھبرے رہتے اور اس کی تعریفیں کرتے رہتے

گئے۔ آپ سب سے خوبصورت اور شیر کے سب سے بڑے گوی ہیں۔ اور سب ہی
ہذا ذرا غریب پر خوب دولت خرچ کرتا تھا۔

اکثر ایک دن وہ بھی اکیلا کہ سہا ہی کے پاس صوفہ نہ سونے کے بجائے گئے،
جب اس کی بھرپور باتوں کو سنی تو انہوں نے سہا ہی کو اس کے شاندار کمرے سے نکال
کر بڑی کی چست پہ ایک چھوٹی سی گٹھیا میں بیچ دیا۔

یہ سہا ہی کو معمولی کھانا ملا اور خود اپنے جوتے آپ صاف کر کے فرشتے
اپنے کپڑے آپ دھوئے ہوتے۔ دیکھ کر وہ دوست جو ہمیشہ اُسے گھبرے رہتے
تھے انہوں نے آگاہنا چھوڑ دیا۔

جب سہا ہی نے ان اپنے دوستوں سے پوچھا کہ اب وہ روز کی طرح کیوں
میں آتے تو وہ لوے "قبلہ اگر بہت ادب چست پر ہے وہاں پہنچنے کے لیے سیدھی
بہت ہیں ان بھڑکوں پر جاتے جاتے ہم حاکم جاتے ہیں۔

ایک رات سہا ہی اپنے کمرے میں اندھیرے میں بیٹھا تھا کہ ایک اس کے پاس
لامبائی طور سے کے لیے گوی کہ نہ خدا سوچتے سوچتے کھڑے آیا۔ فرشتے میں نہیں نے
بھڑک کر ایک ڈیبا خدا خدا شاندار اس ٹیٹے میں کہ ہم بھڑکیاں ہوں بارہا بھڑکیاں گئے ہیں
اس ٹیٹے سے کہ مدد مل سکے۔ اور ہلنے کی ڈیبا تو بارہا بارہا ہمارا گئی باغی تھی۔

جلدی ہلنے اس نے وہ ڈیبا ڈھونڈنا شروع کیا۔ ڈیبا مل گیا تو وہ اس ڈیبا کو
اگر کر بھڑکیاں پھینک گئے۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا وہ کھڑکیوں کو اس سے پہلے گئے
میں دیکھا خدا۔ جس کی پیاسیوں میں بڑی آنکھیں قہقہے ملنے لگیں کہ کھڑا ہو گیا۔
اور "کیا حکم ہے آقا۔"

وہ - وہ - وہ ڈیبا بھی عجیب ہے مسکایا وہ - اگر اس ہلنے کے ڈیبا
سے بچے پر پینڈن کتنی ہے تو بچے دولت پہاچے۔

کتنی غائب ہو گیا اور اسے منٹ کے اندر اندر اپنے منوں ایک تھپکا پڑا ہوا
ہوا۔ اس تھپکا میں تانے کے سبب صوبے تھے۔

فرسپاہی کھڑکیاں کہ کھڑکیاں ہلا کر ڈیبا ہے اگر وہ ایک بار گزرتا ہے تو تانے
کے تختوں کو کٹا کر تانے اگر وہ اس صوفی کو ہلا کر دے گا تو وہ کتا آٹکا ہے
جو ہانڈی کے تختوں سے ہرے ہرے منہ پر بیٹھا خدا اور جو تین بار گزرتے تو وہ
کتنی غریب آجائے گا جو سونے کے تختوں کی حفاظت کرتا ہے اور جس کی ٹیڈی بڑی بڑی
یسی آنکھیں ہیں۔

اب کیا خدا سہا ہی کے پاس ہرے دولت کے گزرتے ہرے منہ
ہو گئے پھر وہ اپنے بڑوں کے آبی شاندار کمرے میں پہنچ گیا۔ جس میں وہ پہلے
بیٹھا تھا۔ ہرے منہ کی اور شاندار کپڑے پہننے لگا۔ جب ہرے منہ کی اور
کئی تو ایک بار پھر وہ اس کی طرف گزرنے کے لیے آجھڑا ہونے۔

ایک دن اپنے شاندار کمرے میں پہنچنے پہلے سہا ہی نے سوچا کہ کسی عجیب
و عجیب بات ہے کہ جب وہ حسین شہزادی کو اب تک کوئی نہیں دیکھ سکا ہے کتنی
شرم کی بات ہے کہ اسی خوبصورت شہزادی پھر کے قلم شہزادہ ہے اور اس
کے اطراف پہلی اور دوسری میں لیگی ہیں اسے دیکھنا چاہتا ہوں اور دیکھوں
گا۔ اور اگر میں نے اسے پایا تو کسی عہد بات ہوگی۔

خود خدا اس نے کڑی کا وہ ڈیبا جس پر حقیقی لگا ہوا خدا نکالا۔ صوفہ
ایک بار ہی اس نے ڈیبا کو گزرا ہوا کہ وہ کٹا جس کی آنکھیں پانے کی پڑیا ہیں
کے بار بھڑکیاں سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور "کیا حکم ہے آقا۔"

سہا ہی نے کتے کو دیکھ کر کہا۔ اس بدتمیز کو دوسرے کتے ہو سیر کوئی
بات نہیں میں چاہتا ہوں اس حسین شہزادی کو دیکھوں جو انہی اور انہی اور انہی اور

پھر کے لئے یہی جہد ہے صرف ایک جہد کے لئے

اس حالت کے بعدانے پہ پہلے ادا کا نشان لگایا اور خود تلہ کو واپس لے گئی۔
خزئی ویر بود گشت اور شہزادی ہدفان فوت کئے کئے شہزادی کو گتھے میں
بمبوڑ کر واپس ہوا تو دیکھا کہ جس گھر میں گتہ شہزادی کو لے کر داخل ہوا تھا وہاں چمک
کا نشان رہتا ہوا ہے گتے نے بھی اور ویر و حرا نہ کر چمک کا ایک گڑھا بنایا اور
اپنے ہی نشان بسنی کے سلسلہ گھروں پہ چلا ہے۔

اور مردان بھی بڑھیا کے کچنے پر بلا شہاد اور نکل اپنے وہاں جوں کے ساتھ
اس گھر کو دیکھنے کے لیے چلے گئے مگر کچھ مدت شہر وادی کہاں گئی تھی۔ مگر وہ سب
دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سستی کے سارے گھروں کے دروازوں پر چالاک کے
تھان بنے ہوئے ہیں ان سب لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ پلائیں کہ شہر وادی
کیل جاتی ہے مگر انھیں مارا سکا ہوئی
نکدہ پھر بھی بہت ہلا شہر تھی ۔

اس نے شاہی گاڑی میں بیٹھ کر سستی میں اصل عمر سوئے گئے تھے کہ کئی کئی گھنٹے گزر گئے۔
 ایک اس نے سوئے گاڑی ایک تھپیڑ کی گرجی گئی کہ ایک چوہا کھانٹ کر ایک
 چوہا مارا ایک بٹایا۔ اس ایک میں اس نے بہت بار کیسے ہلکا ہوا آواز سنا۔ پھر
 ایک اس نے چپکے سے غصہ دڑی کی دینے سے اس طرح بانہ دیا کہ اسے بالکل غم
 دہو۔ پھر رات ہونے سے پہلے پہلے کہنے اس ایک میں ایک صراخ بھی کرا۔
 تکر اس ایک سے تھمتہ آواز آتا ہے۔

”اوصافِ بات ہوئی تو وہی کشتِ پھر آیا۔ اپنی بیخبر اس نے شہزادی کو سوار کر لیا۔ اور وہاں پہنچا اب یہی کشتِ شہزادی کو چاہئے لگا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی ایک شہزادہ بن جائے۔ وہ شہزادہ بن کر ہی شہزادی سے شادی کر سکتا تھا۔ کشتِ شہزادی کو لے کر آیا مگر وہ نہیں دیکھ سکا کہ شادی محل سے چابی کے ٹکڑے

[illegible]

دوسرے دن صبح بامشراق اوارہ تھکے کھانا تو ناشتہ کرتے ہوئے شہزادی
روزیؔ باتیں کرنے لگی۔ بڑا عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔
مکمل سے پوچھا تو کیا؟^{۱۶}

شہزادہ یحییٰؑ کی بیوی کو جس ایک بہت بڑے گھٹے پر سوار ہوا تھا کہانی ایک
سچائی کے نمونہ کے طور پر ہمراہ تھوڑے چوم دیا
تنگہ دلی "یہ تو بڑا پسینا غلاب ہے۔"

ملکہ بڑی ہوشیار تھی۔ اس نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر چند روز بعد کو
 شخص نے بتا کر دیا کہ وہ حالت شہزادی کی دیکھ بھال کر رہی اور ہمیشہ ساتھ رہی۔ اصل
 میں وہ معلوم کرتا تھا اپنی تھی کہ یہ شہزادی کا کوئی خواب سہیا ہے یا پرچہ کوئی کشتہ وہاں
 تھا ہے۔

دوسری حالت آنی تو سہا ہی نے ہر شے کو گلیا اور شہزادی کو لے کے لیے کھجا۔ غصہ جس قدر تیز ہو سکتا تھا دوڑا اور گیا اور شہزادی کو لیے وہیں ہوا۔ ایک بوڑھی خاوند نے شے کو دیکھتے ہی اس کو بھریا کیا جب شے ایک بہت بڑی حالت میں گھس گیا تو اس بوڑھی نے اپنے پاس سے ایک چم کاٹ کر اٹھا لیا اور

تک آنے کی ایک کھیر بنی تھی مگر ہر دہائی میں سپاہی کے گھر سے شادی
میں تک ایک اور آنے کی نگر ہے۔

میں اب کیا عقائد دوسرے ہی دن ہی سوئے سپاہی کا گھر تھا۔ ہوا سولی پات
تھی۔ سپاہی کو جیل خانے میں بند کر دیا گیا۔ اور جیل خانہ بھی کوسا "سے متاثر کیا"
دیکھنا کہ "اور آؤنا پھر جھڑی تھوڑی دیر سے جیل خانے کا آؤی اگر اسے یاد دل جائے
کہ اسے پھانسی دے دی جائے گی۔

سپاہی بڑا پریشان تھا۔

اس کا وہ یاد کا ڈپہ بھی بولن میں دیا گیا تھا دوسرے دن جب سورج نکلنا تو
سپاہی نے جیل خانے کی گھڑی سے دیکھا کہ لوگ اس جگہ کی طرف متوجہ تھے
اور جہاں اسے پھانسی پر لٹکا جائے گا متاثر ہوئے ان شادی باجوں کی کی آواز دینا
مستثنیٰ دل ہو سپاہی۔ جہاں سے ہمارے تھے آفت کس قدر بھری ہوگی اس پر سمجھنا
ایک دنیا نیا ہو جاتا ہے وہاں بھی تھا۔ عذرا جگہ میں اس کا ایک سٹیج اچل کر جیل
خانے کی گھڑی سے ٹکرایا۔ سپاہی فوراً بچھا۔ سنسنو بھائی اتنی جلدی ماسٹرنے کی
ضرورت نہیں جب تک شہر وہاں نہیں پہنچا ہوا۔ وہاں کہ نہیں ہوگا۔

موتی کے لڑکے نے اور دیکھا سپاہی دل۔ میرا ایک کام کروڑوں میں بولن
میں تھا۔ اس کے کہنے میں میرا ایک چتران کا ڈپہ رکھا ہے وہ اضافہ میں بھی اس
کے بدلے سونے کا ایک سکہ دیا گا۔ مگر میں اپنی جلدی ہو سکے جاؤ اور وہ ڈپہ لڑکا
دوڑ۔

موتی کا لڑکا سونے کے تھے کا نام سننے ہی بولن کا پتہ پچھ کر بھاگا اور فوراً
چتران کا ڈپہ سپاہی کو فکر دے دیا۔ پھر کیا ہو اسلوم ہے۔ لوہم شستا ہے۔
شہر کے باہر لیجئے میرا میں اچھوں ہی ایک ایسا تھوڑا تیار کیا گیا جس پر

گھڑی کے سپاہی کی گردن نٹ سے کٹ دی جائے۔ اس جتنے کے اس پر اس شادی
سپاہی اور دوسرے ہزاروں لوگ گھڑی ہو گئے ایک طرف شادی جتنے پر بادشاہ
اور ملک بھی آئے بادشاہ اور ملک کے سامنے دیوار کے صنعت لوگ بھی بدلتے رہ گئے
پھر سپاہی کو لایا گیا۔

سپاہی کی پھانسی کے جتنے گھڑی لایا گیا جتنے سپاہی کی گردن کے چادوں
طرف تکیا رہتے تھے گئے سپاہی دلا۔ پھانسی دینے سے پہلے ہر قیدی کی اتنی ٹوٹی جلی
پانی کی جاتی ہے۔

بادشاہ کے دربار میں نے پچا جہادی آخری خواہش کیلی ہے۔

سپاہی دلا۔ میں حضور صوف۔ ایک پاپ میں تمہارا مال کر پینا پاہت ہو۔
میں میری آخری کشت ہوگا۔

بادشاہ سپاہی کی اس آخری خواہش سے اتفاق نہیں کر سکا۔ سپاہی نے اپنا
چتران کا ڈپہ لٹکا۔ ایک بار اسے "گنا" دوسری بار گنا۔ میری بار گنا۔
اپنا گھڑی طرف تک گئے سامنے آگھڑی ہوئے۔ پہلے کئی آنکھیں ہانپنے
کی ہیں جیل کی طرف بڑی بڑی جیس دوسرے کتے کی آنکھیں گنا کے بچوں کی جی
بڑی بڑی جیس۔ اور میرے کتے کی آنکھیں بڑی بڑی جی جیس۔

سپاہی نے ان کتوں سے کہا۔ میری مدد کرو۔ میری مدد کرو مجھے پھانسی دی
جاری ہے۔ مجھے پھانسی سے بچاؤ اتنا سننے ہی کتے اور بار کے منتظر اور بدلتے
پر جھپٹتے۔ ان لوگوں کو سمجھو کہ جہنم بڑا ایسا اتنی اور اچھا دیا کہ سب
بچے گئے تو پاش پاش ہو گئے۔

بادشاہ ان کتوں کو روکے دی دلا تھا کہ ان کتوں نے بادشاہ اور ملک کو بھی لپکا
میں اچھا دیا۔ سارے سپاہی اور خواہش دیکھنے والے عورت سے لڑنے لگے سب

سے ایک آواز ہو کر پکا دا۔ ہمارے اپنے سپاہی کیا پیارے سپاہی۔ اپنے ہی کتوں
کو دکھو۔ آج سے قریب اسے بادشاہ ہو اور شہزادی تہاری ملک۔ تہاری رومی ہو گی۔
ہر عورت خاموشی چھائی سپاہی کو شاہی محل میں لے جایا گیا یہاں شہزادی
ملکہ کی سپاہی کا انتظار کر رہی تھی۔ شہزادی نے سہا پھر کے قلعہ میں قید کیا کہ کہنے
سے شاہی محل میں حکم ہی کر، چاہیں، چاہے۔ بہت چٹھا۔

بطخ کا پتی

ہاروں عورت ایک بسیب نکھار تھا، گرمیوں کے دن تھے کھیتوں میں گیہوں
کی باسیاں پک چکی تھیں۔ دھاتوں پر ہرے ہرے گل انفر آ رہے تھے۔ ہر طرف
سبز ہی سبز تھا۔ ہر طرف نکھارنگے اپنی بی بی ایل ٹانگوں پر کھڑے دکھائی دیتے
تھے، انہوں میں اس طرح ہنسنے کے تھے پیچھے مڑی ہوئی ہوں، سبے ہوں خزانہ
یہ بول انہوں نے اپنی دل سے سکی تھی۔ کھیتوں اور سبز دھاتوں کے کندے جنگل
تھے اور جنگل کے پھول بچ ایک گہری جھیل تھی۔ ایسی خوبصورت جھیل مائے ملک
میں نہیں تھی جب صبح نکلتا تو سورج کی کرنیں سب سے پہلے گاؤں کے ایک
بڑے گھر پر گرنا شروع ہوتی ہیں وہی گھر ہر گھر ہوا تھا پھر یہ کرنیں گھسکی
رواں سے انہیں تو پانی کے کندوں پر آتا تھا، پانی کے کنارے بے لے پتوں
دل سے دے تھے، پتے اور جھڑیاں اتنی دھوپ اتنی تھیں کہ بچے اس میں اسٹن
سے کھڑے ہو کر چپ کھاتے تھے۔

ہفتہ بڑا مسلمان تھا پیچھے جنگل کا کوئی گناہ قائم ہوتا ہے اس لیے ایک
بطخ نے اپنا گھونسلانے کے لیے یہ جگہ چنی۔ یہ بطخ بہت اونٹوں سے میلہ بنتی

ہی۔ یہی ہیں دوسری جیس ہیں اور اسی نامی ہیں۔ سزا ہوا میں کرانے کے بھانے
پانی کے کنارے طبرک ٹپ ٹپ کرتا ہوا بھگتی تھیں۔

دیکھتے دیکھتے بلوں کے اڈے بھی کچے شروع ہو گئے۔ اڈے
تیار ہوئے تو پہلے ایک چمسا سدھکا۔ پھر ایک ایک کر کے سارے اڈوں
سے بچے نکل آئے۔

"کونیک کونیک" بلخ بولی، اور سارے بچے ہرے ہرے پتوں سے جس
پر ٹوٹے ہوئے اڈے لکے ہوئے تھے چلا گئے تھے۔

"اولوہ" ایک بلخ کا چم بولا "یہ دنیا کتنی بڑی ہے بلخ بولی" تم بھگتے ہو
دنیا اس اتنی ہی ہے اس سے آگے باپٹے سے اور اور کھیتوں سے اور یہ دنیا
بہت چلی ہوئی ہے۔

"میں اتنی دور تک گئی نہیں مگر مجھے معلوم ہے تم سب سبیں، دہنا، یہ کہہ کر
بلخ اٹھی پھر بولی: "وہ میرا سب سے بڑا اڈا تو ایسی بگ ایسا ہی ہے۔
کہ بگ ایسا ہی ہے گا" یہ کہہ کر وہ پھر اڈے پر بیٹھ گئی۔

ایک طرف سے ایک بڑی بلخ آتی ہوئی بولی "اوہو کیسی ہو

بلخ بولی "ایک اڈا بڑی دیر لگا، اسے شاہہ یہ بھی تو کہے گا نہیں، میرے
دوسرے بچوں کو دیکھو، اڈے پیارے پیارے ہیں۔"

بڑی بلخ بولی "یہ ٹکی اڈا معلوم ہوتا ہے ایک دھرم میں نے بھی ایسا ہی
دھوکا کھایا تھا۔ میں بچوں نے بھی بڑی ٹکٹ دی، پالان سے ایسا لگتا ہے مجھے کہ
میں خود پانی کے قریب ایسا جاسکتی تھی۔ میں نے انہیں بلایا، لڑایا، دھوکا لیا مگر
کوئی فائدہ ہوا، شہرہ دیکھو نہ اڈا تو دیکھئے وہ۔ ہاں بالکل وہ ٹکی اڈا ہے،
پھلوہ ایسے آؤ اپنے دوسرے بچوں کو جتنا دیکھو تو؟

بلخ بولی، خود ہی وہ اڈا اس اڈے پر بیٹھ گئی جہاں اسے وہ ٹکی ایک
دھرم اڈا لگ سکی۔

بڑی بلخ بولی "ہو نہ ہو مجھے کیا کہہ سکی کرو" اور ایک طرف ہی گئی۔
آخر وہ لڑا اڈا اڑا کر نکلا۔

"ہپ، ہپ" بچے نے اڈے سے سڑکا اور پھر پھر اٹھیا۔
"اور تمنا بڑا چم ہے اور پھر ساہو سٹ بلخ اسے دیکھ کر بولی، مگر یہ سٹ
معلوم کوئی چم سا طاقتور نہیں، خود یہ ٹکی سٹا لکے گا، ٹکی بچے ہو، جو کسی ہوگا بلد
ہی معلوم ہو جائے گا۔ اب اسے مجھے پانی میں دیکھنا ہوگا۔

"میرا وہ ٹکی تو موسم اور زیادہ لاشکر و خدا، ہرے ہرے پتوں پر کھلی ہوئی
فلان سے چمک، اڈا بلخ اپنے سارے خاندان کے ساتھ نہر کی طرف بڑھی۔

وہ پانی میں تیرنے لگی، پھر بولی "کونیک کونیک" آؤ۔ سارے بچوں کے بچے بگ
کے بعد ایک پانی میں کود گئے پہلے تو پانی اس سب کے سروں پر آگیا پھر وہ ابھڑ کر
پانی پر اٹھتے اور تیرنے لگے، سب کے سب تیرنے لگے۔ وہ اٹلی بہ صورت بچے
بھی پانی پر تھا۔

بلخ اسے دیکھ کر بولی، نہیں نہیں یہ ٹکی نہیں ہو سکتا، دیکھو تو پانی میں کیسے
اپنے پر چلا، اسے خود بخود کیسے تیرنے لگا، یہ میرا اڈا چم ہے یا یہ بہت سی بلدا
ہے کوئی اسے خود یک سے تو دیکھو "کونیک کونیک" میرے ساتھ کھیرے
بچے میں اس بڑی دنیا میں تجھے بے پانی ہوں، مگر چمے میرے ساتھ ساتھ دہنا
میں تو کوئی کچھ نہیں دے گا۔ اور پانی سے خود دہنا۔

جب سارے بچے اپنے مقام پر آ پہنچے تو کہہ دوسری، نہیں، کوئی بھی
کے ایک سر کے لیے لڑی نہیں۔ ہوا کیا۔ لی، آئی اور چلی کا سر اڈا لے گئی۔

بلخ اپنے پردوں کو چھٹا کر بولی "دیکھو چڑھ گیا کبھی طریقت ہے" بلخ کو خود بھی پھل کا بکھٹا ہوا سر بہت ہلکا تھا پھر بولی ہلا۔ اپنے پردوں پر ملے پاس پاس پیر کو کھانور چلتے چلو۔ اس بوڑھی بلخ کو دیکھتے ہو۔ بڑے شریف خاندان کی ہے، ہسپتالی خون ہے۔ دیکھتے اور غور طریقوں ہی سے پتہ چل جاتا ہے اور دیکھو اس کے پردوں پر سب مل جاتی ہیں سبز ہی اس کے بڑے ہر کی کن نشانی ہے ہر شاندار بلخ کے پردوں پر ایسی ہی شرف کمال ہوتی ہے۔ دوسری بلخ دلو سے بولی "یہاں بھی پھر سے تیاری ہے ہم بھی بہت جلد زیادہ سے زیادہ ہو جائیں گے۔ اسے یہ دعوت کون ہے ہم تو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور قریبی ایک بلخ نے اُن کو اس دعوت پہنچے کی گردن پر کاٹ لیا۔

بلخ بولی "اے اے چھوڑو" وہ کسی کو نہیں چھینا تو تم لوگ اے کیوں سنتے ہو۔" ہاں پھر وہ کتنا بڑا اور دعوت ہے۔

پھر وہ بوڑھی بلخ جس کے پردوں پر گل کمال تھی بولی "تہا سے سب ہی بچے اپنے ہی سوائے اس کے۔ نہ اس کو اچھا بناؤ بھی؟

بلخ بولی "ہاں یہ تو ہے یہ خواہشات نہیں ہے مگر ہے بہت اچھا خوب تیرا ہے" نہیں تو کہوں گی تم سب سے اچھا تیرا ہے بہت جلد وہ بھی خوبصورت ہو جائے گا۔ بہت بڑا فخر آتا ہے تو کچھ دنوں بعد چھوٹا بھی فخر آئے گا۔

یہ کہہ کر مرنے اپنے بچے کو پیاد سے اس کی گردن پر ٹونگ لٹائی پھر اس کے سر پر چم کر پرفاقت کرتی ہوئی بولی۔ یہ فریب ہے خوب مضبوط لگے گا دیکھنا تم، ہاں اس کی طرف کوئی نہیں لڑ سکے گا۔

"اسی بلخ بولی" مگر بھی تہا سے دوسرے بچے بہت اچھے ہیں۔ بہت

بیاد سے ہیں۔ اچھا ہی چلتی ہوں" تم اگر یہاں رہو تو پھل کے سر میں میرے خنے کاغذو غیلان رکھنا ہاں۔

سب کی سب بھینس اپنے اپنے گھروں کی طرف چلی گئیں۔ مگر وہ ٹریب بلخ کا بچہ جو سب سے آخر میں اٹھنے کے نال سے نکلا تھا وہ کچھ پچا بہت دعوت تھا۔ جیسے سب نے پھینچا تھا، ادا تھا، مستی تھا۔ ایک رنگ مرغ کو دیکھتے لگا۔ وہ اس رنگ مرغ سے بڑا پریشان تھا۔ وہ رنگ مرغ میں کے سر پر لال کھنی تھی جو اپنے آپ کو مہلادہ بھٹاتا تھا۔ خوب آواز کر کر پلٹا تھا۔ جیسے کوئی بڑا جہاز اپنی پوری رفتار سے ہوائ پر چلا جا رہا ہو لیکن کی طرف جاتے وقت وہ بالکل لال ہو جاتا تھا بلخ کے بچے کی جگہ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ اس کی صورت سے اُسے بہت ڈر لگا تھا۔

خیر کسی طرف پہلوان گذر گیا مگر پھر حالات خراب ہوتے چلے گئے غلہ اس کے تنگ ہیں بھائی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے یہ وہ ہم بن گئے تھے کبھی کہتے تھاکرے اسے بی کہا ہائے "ہاں بھئی کسی بھی تنگ کوئی کبھی لال تو پیدا ہی نہیں ہوتا تو اچھا تھا" دوسری بھینس میں اُسے لال خیر، مرغیوں اس پر ہوتی چائیں اور وہ لڑکی جو مرغیوں اور بھینسوں کو مادہ نامی تھی اسے طنز کر دیتی تھی کہ ہاتھ کی طرف دھرتا تو بھائیوں میں سے نئی نئی چیزیاں گھبرا کر اُٹھنے لگتیں

بلخ کا بچہ سوچتا یہ صرف اس لیے ہے کہ وہ دعوت ہے۔ سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ میں دعوت ہوں نہ وہ اپنا کبھوڑنے لگا، بھڑتے دھڑتے ایکس جھڑے پھٹے تک پہنچا جیسا جنگلی بھینس، بچی خیر۔ وہ ساری رات بعد فکین اور خشکا خشکا سا بڑا رہا۔

میں ہوئی تو جنگلی بھینس نے اسے دیکھا "بولیں" اسے تم کون ہو؟

بلا کے بچے نے بڑی جاہوزی سے کہا: بی بی میں ہیں ۛ

جنگلی بھینس بولیں: چاچا تم بہت بد صورت ہو۔ میرا ہارا کیا ہے میں کوئی قہار سے غلامان میں شکاری کرتی تھوڑی ہی ہے ۛ

بے پادہ غریب بچا کا بچہ۔ اس نے شکاری کی بات تو بھی سوچی ہی نہیں تھی۔ وہ تو پاهت اسٹا میں پال کے کٹے آگئے والی بی بی گھاس پر آرام سے لیٹا ہے۔ وہ چٹے کا شٹھا پاتی پیے۔ اور اسی لیے وہ دن تک اسے پٹنے کے گھارے نہیں ہارا۔

تیسرے دن وہ جنگلی قازری آئیں۔ ویسا سلوم ہوتا تھا۔ یہی ایسی ایسی پیدا ہوتی ہیں۔ دونوں قازری بولیں تم بہت بد صورت ہو مگر یہاں ساتھ وہ سبے چٹے گھسے ہو کہ زیادہ وہ نہیں ہے۔ وہاں کہہ دو قازری ہیں پیدا ہی پیری۔ جنگلی قازری ۛ وہ بڑے سوسے سے بھی ہیں ۛ کرتی ہیں۔ قہار سے لیے یہ اچھا موقع ہے تم اپنے لیے ان میں سے کوئی بچو ۛ تاشش کرو۔ ہاں چلو۔ ہر تم جیسے بد صورت کو کوئی اور نہیں لے گا۔

ابھانگ قات کی آواز ہوئی۔ بندوٹی ملی اور دونوں قازری بی بی گھاس کی بیٹیوں پر گر پڑیں۔ وہ سواکی تھیں۔ قات۔ بندوٹی کی ایک اور آواز ہوئی اور جنگلی قاتوں کا ہتھ پڑتا تھا انھوں کو پکارتا ہوا اور آواز لے گا۔

ہوا بہت سی تھی کہ وہاں کہہ شکاری آگئے تھے۔ اور یہ بندوٹی ابھانگ چلا گیا طوف پھیل گئے تھے کہہ دونوں پر گھسے تو ان میں سے بچے کہہ اور اور ہر دونوں کی آڑ میں تھے ان کے کٹے کپڑوں میں وہ چٹے کے کپڑے بی بی گھاس میں پھیل گئے تھے۔ ان سٹوں نے قہار سے پادہ بچا کے بچے کو قہار ہی بویا، اس نے اچھے بیڑوں میں سر پہنا تا ہاں ۛ اس وقت ایک شکار ہانت قریب سے گزرا

اس کٹے نے پہلے تو بچے کے بچے کے قریب اپنی ناک کی سپرہ تو کیلے دانت دیکھنے پورا کچھ دم مگر کھانے بغیر آہستہ ہوا گیا۔ بچے کے بچے نے ایک بی بی سانس لی۔ لہذا کا شکر ہے کہ میں اختار بد صورت ہیں کو کوئی گھٹا بھی بچے کو نہ نہیں ہا ہوتا۔ پھر وہ گھاس کی بی بی بیٹیوں میں بچے کی کوشش کر لے گا۔

قانون آواز نہی پر بار بار ہی تھیں ۛ وہی کے غم ہونے لگس وہی ہوتا ہا۔ قاتوں کے غم ہونے لگے بے پادہ گھاس کی بیٹیوں سے باہر ہانگے کی جنت دیکھ کر سکا۔ پھر لنگے کی کوشش کرتا اور دونوں کی آواز کے ساتھ چرچہا چہا تھا۔ جب آواز نہی تم ہو میں ۛ وہ وہ پٹنے سے نکل کر ہوا گا۔ اس قدر تر ہتا کہ ہوا گھسکا تھا۔ کھنٹوں پرست ۛ سبزہ خلدوں پرست ۛ وہ ڈھڑا پھرا گیا۔ وہ ڈھڑا ۛ وہ ڈھڑا ۛ شام کے وقت وہ ایک بڑی پرانی ٹوٹی چھوٹی چھوٹی بڑی کے پاس پہنچا۔ وہ چھوٹی بڑی اتنی جوسید تھی کہ پتہ ہی نہیں پاتا تھا کہ وہ کب و کس وقت گر جائے مگر پھر بھی وہ چھوٹی بڑی تھا ۛ وہ اسے کا ایک کٹہہ نکلا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ وہاں کے بچے ایک بہت بڑا سٹہ کھل گیا تھا۔ جب ہوا کسی قدر سبز ہوئی تو وہ اس چھوٹی بڑی کے اندر چلا گیا۔

اس چھوٹی بڑی میں ایک ڈھیرا رہتی تھی۔

بڑھیا کے ساتھ اس چھوٹی بڑی میں ایک ملاٹ اور مٹی کی بنی تھی ۛ بڑھیا ملاٹ کو جہاں اپنی زبان سے اپنی بیٹے صاف کیا کرتا تھا۔ بیٹا بیٹا پکارتی ۛ وہی تھی ۛ وہ جواب میں میاؤں میاؤں کرتا تھا۔ مرنے کے وقت چھوٹے چھوٹے ہانگے تھے۔ شاید اسی لیے بڑھیا اسے چچی چچی پکارتی تھی ۛ مرنے والی خوب اٹھنے والی تھی اور بڑھیا بھی اسے ملاٹ کی طرح چاچتی تھی۔

دھرم سے ہی ہونے والی ملاٹ بچا کے بچے کو دیکھ کر میاؤں میاؤں کرنے

نہ اور مرنے اس لئے جہاں کو دیکھ کر گرا کر گرنے لگی۔

"کیا بات ہے بچہ! ازبکستان میں غارت دیکھتے ہوئے ہوئی۔ اسے بھی ضرور دکھائی دے گی جس وقت اتنا بڑی مشکل سے جب اس نے بلخ کے بچے کو دیکھا تو ہوئی۔ ہو جو۔ راستہ ہوں گئی ہو۔ تم تو خوب ملیں۔ اب بچے بلخ کے اٹھائے ہو ہیں گئے، گھنگھڑے، فدا ہو۔ پھر میں دیکھوں گی اتنا دیکھ کر کیا کہے۔ اٹھا کر دوں گی بلخ کے بچے سے تمہیں بچنے والی، تمہاری جھوٹری میں گزرا ہے، انڈیا والی اب انڈوں کی آہیں بھاگ رہی ہے۔ بلاؤ اس گھر کا ملک، اتنا اور مرنے اس گھر کی مالکین۔ ستر و فوس میں سوائے نہیں ہوئی تھی۔ وہ فوس مل کر کیا کرتے تھے یہ جو بچہ بچہ جاری ہے۔ یہ بھاری دنیا ہے۔

بلخ کا بچہ بولا: "نہیں"

تو پھر پٹپٹ رہا۔

بلخ بولا تو پھر پٹپٹ رہا، وہ سب وہ کھول رہا تھا، بات کہہ رہی تھی تو بچہ میں نہیں بولنا چاہیے۔

پھر سب بلخ کا بچہ بولا: "اس کو کہ ایک کو نے میں بڑا گیا میرا ماں" بڑا گیا۔ یہاں تک کہ اپنا تک بڑا ہوا کا ایک جھونکا جھونپڑی کے اندر آیا اور وہ بچہ چلنے لگی۔

بلخ کے بچے کے دل میں ترے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ بولا: "ایک وقت ہو۔ مرنے ہوئی" چپ چاپ بیٹھے، دیکھ رہی تھی کہ تم اٹھو دے سکے، تو وہ دیکھ لیا

میاں کر سکتے ہو۔ جوں وہ سب نہیں۔

بلخ کا بچہ بولا: "ترے میں جو منا آئے وہ تم کیا یا تو سب پانی سر پہ سے گزرا ہے اور تم خود لگاؤ کی تو بیت منہ آئے گا۔

مرنے ہوئی تو خوب یہ عجیب منہ ہے تم دھانے ہو، کھانے سے مست ہو جاؤ، بلخ سے کہو جو جاتا ہے؟

"بلاؤ سے"

"ہاں وہ سب سے زیادہ کھانے سے بچو، اس سے کیا وہ ترنا پسند کرتا ہے دیکھ پانی کی جھل سے خود لگا جاتا ہے۔

بلخ کا بچہ سوچنے لگا۔

ایھا زار بڑی دیکھ سے بچو، وہ بھی تو بہت مشکل ہے کیا وہ ترنا پسند کرتی ہے؟

"کیا وہ چاہے گی کہ اپنا اس کے سر پہ سے گزرا جائے۔

"وہ تو نہیں سمجھتی" بلخ کا بچہ بولا۔

"ہم کیا نہیں کہیں گے بات داخل ہے کہ تم اپنے کو اس بلاؤ سے بچو زیادہ مشکل ہے بچے ہو۔ کیا تم اس ازبکستان میں بھی فدا ہو، پھر میرا چھوڑا مسیحا کیا ہے بچے تو تم میں میرا نہیں کا شکر ہے اور جو کھانا سے ساتھ کی نہیں آگیا تم ایک نڈیہ تھوڑی گرم کر رہے میں نہیں دے" تم نے ہمارے ساتھ ہماری سوسائٹی میں رہ کر کیا نہیں سیکھا، اصل میں تم بہت باتوں ہو، اللہ ہاں کہہ رہی ہیں تم بڑا ست ملو میں جو کہہ رہی ہیں چاہے کہہ رہی ہوں، ہو سکتا ہے کہ میں بڑی تھی، اپنی دوستی کا بھی یہی فرض ہے پلو آؤ ایک بار پھر میں تم سے کہتی ہوں اگر نہیں کہہ کر دکھانا ہے تو اپنی بڑی آپ صاف کرنا سیکھو، اپنا پھر دے رہا سیکھو۔

بلخ کے بچے نے مادی باتیں لیں کر کہا "میں تو سوچتا ہوں بچے، اس بلخی
چوڑی دنیا میں کہ کرنے کے لیے نکل رہا تھا ہے۔"

مرئی ہوئی تو پھر ہوا نا قیصر میں نے دیکھا ہے وہ کس بات کی ہے۔

تو میں بچہ، اس بلخی کو نکل کر ہوا، ہاں بلخی بڑا جمو لڑکائی سے کہی وہ گیا ہو گا
اس بلخی کا۔ پھر سے وہ بلخی میں گود چا اور مڑے مڑے سے تیرنے لگا۔

تو میں غور غور بھی لگایا "اوسے تیرنے والے ہاتھ اور ٹوہرے گدے ہاتھ
تھے شاید اس کی بھوٹی کی وجہ سے کوئی قریب نہیں آتا تھا۔"

پھر تو میں اس کا رسم اٹھایا۔

دانتوں کے پٹے پٹے تھے، ہڈی ہونے لگی، سر سرقا ہوئی اور چہرے کے
عورت تھے، مٹی، چہرے چھوٹے تھے، جو اس کا ہوئی، ہر طرف گئے ہاں چھوٹے تھے
کوئی دانتوں کی فینڈا میں چسپ کو کو کھائی، بلخ کا بچہ، سب کو دیکھ کر حیرت
ہو گیا تھا۔

ایک خرم سب سوئے غروب ہو رہا تھا، کوئی چھوٹی جھانپوں سے بڑوں
کا ایک خون نکلا، بلخ کے بچے نے ایسے رنگ ہر خشک پیادہ سے نہ گونہ
دیکھتے تھے، کہ نہ ہندوں کی کھینیاں سفید اور چمکدار تھیں، لیکن یہی گروہیں ہیں، تو میرے
نہیں تھے، جب وہ اپنے سفید سفید بچے پر میرا کر پھینچتے تھے تو انہیں بچے کے تھے
وہ اصل یہ نہیں سو علاقوں سے اکثر نرم علاقوں کی عورت ہمارے تھے پھر یہ نہیں
اپنے اپنے گئے، لاپے اپنے گئے، اتنے اوچے کو بلخ کے بچے کی نگاہوں سے
وہ چل رہے تھے، ان بیسوں کو کھینچنے کے لیے وہ بلخی میں اتر گیا اور پیسے کی طرح گول
گول گونے لگا، گروہی ہاتھوں عورت گونہ رہی مٹی مگر نہیں آہستہ آہستہ قاتل ہوتے
ہلے تھے، نہیں جیسے جیسے بلند ہو رہے تھے محبوب محبوب آوازیں آتی ہادی چیر۔

بلخ کا بچہ سو پٹے لگا میں اس کو خوبصورت نہ ہوں کو کہی نہیں ہوں سکتا ہے نہیں، کیا
ہاں، ہے ہیں، کہاں ہمارے ہیں، مگر میں بڑے سہم پیادہ سے، جیسا پیادہ سے کس ہند
پر نہیں آیا تھا، پھر اس کے دل میں ایک خواہش رہا گی، لاش وہ بھی ایسا ہی جتا گیا
کی خواہش تھی، اس قدر خواہش تھی کہ بچے کے لیے وہ اپنے اپنے کے تمام اور اپنے
سادے ساتھیوں کو چھوڑ دینے کے لیے بھی تیار تھا۔

جب جس قاتل ہو گئے تو اسے ہتھ ہلا کر پاؤں سے ہر طرف اپنے اتنا سنا
کہ وہ اپنے آپ میں توی پیدا کرنے کے لیے تیر تیرا اور گول گول تیرنے لگا، گرمی
لانے کے لیے اسے خوب پیر پیرا پیرا ہے تھے، اگر کار، وہ خاک گیا اور
سروں سے اگر اگر لپٹ گیا اور اس کے ہاتھوں طرف، رفت، ہی رفت چلی۔

اگر اسے سوزے اور سے ایک آدمی لگتا اس نے جو بلخ کے بچے کو دیکھا
بلخی ہلکی اپنے گروہی کے ہتھ جو توں سے پلٹا اس پاس کی ہر طرف جٹائی اس بچے
کو اٹھایا، کہ وہ ہوتی تو بچے کے لڑکے ہوتے ہیں، وہ نہ لگتی، اس آدمی نے خوش
خوش سچا میں اس بچے کو لے جا کر اپنی بیوی کو دوں لگا۔

پھر پچھلے ہی بلخ کے بچے میں تھی ہلکی آگئی جیسے ہی اسے گود سے اٹک لیا
گروہی کے بچے اسے کھینچنے کے لیے پٹے، یہ بھاری سب بے خستہ تھے کہ وہ ہیں
بلخ کا بچہ نہ کہ پہلے وہی کے برتن میں گود پڑا، سارا وہاں اور اچھل پڑا، اس
آدمی کی بیوی اس کو لپٹا، بلخی ہوئی وہی اس بچے لگی، اس کے آنے آنے تک
بلخ کا بچہ سسکے کے برتن میں پھینچا پھینچا، سسکے کے برتنوں سے وہ کھانے کے
بڑوں کی طرف ہوا گا، پھر پیر۔

عورت نے بلخ کے بچے کی عورت پیرا پیرا، بچے اس کے پیچھے
اسے کھینچنے لگا، بچے پڑنے کے لیے بلخ کے بچے کے پیچھے پڑا ہے

تھے جس سے تھے۔ وہ تو نہ لاکھشکر جھوکر باہر کا وہ دائہ نکلتا تھا۔ وہ جھلا کر اپنے
سے کودتا ہوا باہر بھاگا اور کہہ دیا ہا کر سڑک پر لوٹ گیا۔

مڑا بیخ کے بچے نے اس گھر سے نکل کر بہت تکلیفیں اٹھائیں سارا سردی
کا موسم اس نے بڑی صبر سے کاٹا۔ ایک ہی ایک مچھنے کے کنارے بیٹھیں
گھاس پر وہ لیٹا ہوا تھا اچھا لگ دھوپ نکل آئی۔ بارہ پر نہ بگڑنے لگے
بہلا کا موسم لوٹ آیا تھا۔

بیخ کے بچے نے ایشیا جیسے سے کہنے پر بیٹھے اس نے مسوں کیا کہ اس
کے پتا دل پہلے سے زیادہ غمزداد ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے بازوؤں کو جھٹکا جھٹکا کر
پھٹنے لگا۔ اسی کہہ رہی تھی وہ چلا تھا کہ وہ ایک بہت بڑے بارغ میں پہنچ گیا۔

سب سے بد خوشی پر کہہ عجیب بہلا آئی ہوئی تھی۔ ہر طرف لاشیں پھیل
ہی پھیل تھیں۔ وہ غمزدگی کی جی جی بیٹھیں خیموں میں جھول رہی تھیں۔ ہر چیز
خوبصورت سی ہو گئی تھی۔ پتھر پتھر ہر طرف چل رہی تھی۔

جھانکوں میں سے تین بیویاں ہمارے ہنس لگے انہوں نے ان کو کر اپنے
سینہ پر پیٹا تے پھر غم میں ایسے گام سے جرنے لگے کہ ہر دیکھنے والے کا دل
خوشی سے بارغ بارغ ہوجانے بیخ کا چتر ہنسیوں کو بہانت تھا۔ اس کا دل اور اس
خوشی سے سوچا ان شاکی برمنوں کو یہاں سے کسی طرف نہ لے جاتا چاہے وہ
پر نہ بگڑے مارا نہیں گئے ہیں بدصورت ہیں تاج ضرور بگڑے مارا نہیں گئے۔ اچھا ہے
اگر وہ بگڑے مارا نہیں۔ دوسری بیٹھوں کے سستانے "مڑیوں کے چمچ مارنے" اور
ٹانے والی لڑکی کے خنجر پر لگانے اور تالاب کی سردی میں اکڑنے سے تو ان شاکی
پرمنوں کے پتھروں مارا جاتا ہی اچھا ہے۔

وہ پانی کی طرف اڑا اور ہنسوں کی طرف تیرنے لگا۔ ہنسوں نے بیخ کے بچے

کو دیکھ کر اس کی طرف بڑبڑا شروع کیا۔ بیخ کا بچہ نہ سے فلا۔ بگڑے مارا وہ یہ
کہہ کر اس نے اپنا سہرہ ہٹا دیا۔ بیخ کے بچے نے اپنا سہرہ ہٹا دیا اسے
باقی میں اپنا سہرہ نغز کیا۔ مڑیوں کا بچہ سہرہ دیکھ کر جھونک دیا گیا۔ اس کا سہرہ
گندہ اور ڈھونڈا نہیں تھا۔ یہ تو ایک ہنس کا سہرہ تھا۔ خوبصورت ہنس کا اس
نے سوچا کیا میں پتھر پتھر ہنس ہو گیا ہوں۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ بیٹھوں کے جھنڈ میں ہنس کا اڑا سہرہ ہمارے
نہ جو ابھی بیٹھا ہی تھا۔ وہ بیخ کا نہیں ہنس کا اڑا تھا۔

بڑے ہنسوں نے تو خوشی خوشی قریب آکر اسے چومر۔ اب وہ بہت خوش
تھا۔ ایک طرف اس نے دیکھا تو کہہ چومنے چومنے چمچے با بیٹھے یہ وہ ہے
تھے۔ پھر ان چلوں نے اس کی طرف ان کے دانے دانے کے گڑے پھینکے
ان چنڈ میں سے ایک سے لپکا لگا۔ دیکھو ایک نیا ہنس ان ہنسوں میں آگیا
ہے "سب چنڈوں کے گھا

"ہاں ہاں ایک نیا ہنس آیا ہے" اس نے ہنس کو دیکھ کر بچے "ہاں ہاں
بہانے لگے۔

بھاگ بھاگ کر ان چنڈوں نے اپنے والدین کو پکارا اور انہوں نے ہنس کے
پاسے میں ہٹا دیا۔ پھر کیا تھا ایک کے گڑے اور دوسرے کے گڑے
پانی میں پھینکے ہانسنے سب ہی کہنے لگے یہ نیا ہنس بہت خوبصورت ہے
سب سے زیادہ خوبصورت ہے گھٹا جھان۔ کتنا حسین! بڑے ہنسوں نے
اس کے آگے سر جھکا دیا اور ہلاہلا نیا ہنس شڑیلے لگا۔ اس نے شرار اہنسا
اپنے اچھے اچھے پردوں میں پھپھایا۔

وہ بہت خوش تھا۔ سب سے خوش مگر غمزدگی میں تھا۔ اپنے دل والے

واک بھی خود نہیں کرتے اسے یاد تھا کہ یہی اس پر لوگ کس طرح ہنسا کرتے تھے۔
اس پر کچھ کیچھے فلم کرتے تھے۔ مگر اب سب ہی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ سس
ساد سے بزدلی میں سب سے خوبصورت ہے۔ اس پاس کی پھولوں کی شاخیں
بھی اس کے آگے سر جھکا رہی تھیں۔ سورج کتنا روشن اور چمکا رہا تھا۔

اس نے اپنے پتے پتے پیرائے ٹی گودن اوپنی کی۔ پھر خوش ہو کر بولا۔
ہاں ہے جب میں بدصورت تھا اور اس مختاب میں نے آپ کی خوشی کا بھی
خواہش ہی نہیں دیکھا تھا۔
ہ بہت خوش تھا۔



اصلی شہزادی

کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک شہزادہ تھا۔
شہزادہ چاہتا تھا اس کی شادی کسی شہزادی سے ہو۔ مگر شہزادی اصل ہی
اس آئندہ میں اس نے ملای دنیا کا سفر کیا۔ جگہ جگہ ڈھونڈا کر اسے کوئی اصلی شہزادی
ملے۔ مگر جب کوئی شہزادی ملتی تو کوئی نہ کوئی غریب ہو جاتی اور مشادی نہ
ہو سکتی تھی۔

ایسا نہیں ہے کہ اسے شہزادہ نہیں ہیں۔ بہت مجلس مگر وہ خود فیصلہ
میں کر سکتا تھا کہ اصلی شہزادی کوئی سی ہے کسی لڑکی میں کہ کس قدر نکلنی کسی میں کہ۔
آخر کار وہ اپنے محل کو واپس لوٹا۔ پھر کسی شہزادی کے۔ بہت تھا اس لیے وہ غریب
وہ اصلی شہزادی ہوئی۔ بتانے کے لیے ہیں۔ ہاں تھا۔ وہ اسے اصلی شہزادی نہیں بل
رہی تھی۔

— ایک شام بہت ہی خطرناک طوفان اٹھا —

عجب بادل گرے۔ پہلیاں کڑکے لگیں اور تیز بادش شروع ہو گئی۔ پہاڑوں
طرف انہیں چھائی۔ اس اندھیرے میں کسی نے محل کا دروازہ بند نہ دے سکا۔

کواٹھا۔
 ہونے بادشاہ نے دولہہ کو کھڑے ہی دیکھا۔ باہر ایک ہانگ سی لڑکی کھڑی

ہے جو پچ پچ شہزادی ہے اس کو ہی عرفان میں دو بڑی طرح کانپ رہی تھی اپنی
 سے شہزادہ پہننے بیگ کر اس کے جسم سے چٹ گئے تھے اور ہاوس سے پانی
 ٹپک رہا تھا۔

بڑے بادشاہ کو دیکھتے ہی بولی۔ کچھ لمبے میں اصلی شہزادی ہوں اور وہ
 جلدی جلدی اندر آئی۔

بڑی ملکہ جو شہزادہ کی ماں تھی۔ بولی۔ تم اصلی شہزادی ہو یا نہیں ؟ وہ
 ہم معلوم کر لیں گے۔ مگر کیسے معلوم کیا جاسکے گا یہ بڑی ملکہ نے نہیں کہا۔

بڑی ملکہ جلدی جلدی سونے کے کمرے میں گئی۔ بستر سے اس نے ساری
 چادری نکال دیں۔ پھر بستر پر تین ہی کدو سجے پھر بڑی ملکہ نے ان تین کدوؤں پر
 ایک ایک کدو کے بیٹل تو خشکیں ڈال دیں۔ پھر ان تو خشکیں پر بیس پردوں والے
 دم لگائے پھانوس لے کر بولی شہزادی آؤ یہاں اس فرم بستر پر سو جاؤ۔

دوسرے دن صبح بڑے سویرے بڑا بادشاہ اور ملکہ دونوں شہزادی کے
 کمرے میں پہنچے۔ بڑی ملکہ نے شہزادی سے پوچھا کہورات کیسے گزری ؟

شہزادی دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی : آپ لوگ پوچھتے ہیں، رات
 کیسے گزری۔ بہت تری گزری، میں ساری رات ہانگ نہ چپکا سکی، آنکھیں
 بند ہی نہیں کر سکی، پتہ نہیں میرے بستر کے نیچے کیا تھا، کوئی سخت چیز زیرے
 نیچے بچھ رہی تھی۔ بار بار بچھ رہی تھی، رات بھر میرا دم کالا اور خستہ ہوا تھا، بہت
 تکلیف دی ہے اس سخت چیز نے۔ پتہ نہیں وہ کیا تھا۔

بات سماعت ہوئی پچ پچ وہ اصلی شہزادی تھی بیٹل تو خشکیں اور بیٹل نرم نرم
 بستر میں کے باوجود اسے تین دن بعد ہے تھے کچھ پچ پچ وہ اصلی شہزادی تھی جی جی
 بھولی کی صبر کو بھی بڑی حد تک کس کر رہی تھی۔

شہزادہ کو جب اس کی صبر مٹی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے اس لڑکی
 سے فرمائش کی کہ اور اپنی ملکہ بنالیا۔ وہ آخر اصلی شہزادی کی پکارتا تھا۔

رات ہے ان تین کدوؤں کو اب ٹھہرا دیں جو نرم ہیں، کدو دیا گیا ہے جسے ہر شخص
 دیکھ سکتا ہے۔ دیکھ سکتا ہے اگر یہ پچ شہزادی جو نرم سے کسی سے پڑائے نہ ہوں۔
 خیال ہے یہ ایک جی کہانی ہے۔



آقا بولی " ہلو چلو اب بچے رنڈوسٹ " پھول کہاں ناچتے ہیں پھول نہیں ناچتے
غالب علم ہوا " داد کیوں نہیں ناچتے پھول " ہزار ناچتے ہیں ۔ جب انھیں مل جاتا ہے اور
ہر سب لوگ سمسنے کے لیے پہلے ہانستے ہیں تو پھول خوشی سے بچنے کو ہنسنے ہیں اور
ناچنے لگتے ہیں ۔ وہ ہر رات ناچتے ہیں ۔

آقا بولی " کہاں پہنچے گی ناچنے والی بچکے "؟

ہاں بچکوں میں ۔

مگر یہ چرا سم ہر اسے پھول کہاں ناچنے کے لیے جانتے ہیں ۔

کیا تم اس شادی مل کی طرف نہیں نہیں گئیں جس میں بادشاہ گری کے حق گزارا
ہے ۔ اس شادی مل کے سامنے ایک بہت بڑا بارگ ہے ۔ یہ بارگ ہمیشہ پھولوں سے
بھرا رہتا ہے ۔

آقا بولی " وہ لوگ کیسے جانتے ہیں اس بارگ میں کیسی مگر وہاں تو صرف دولت
دوست اور شہنشاہی ہی چلتے تھے وہاں پھول تو بچے کھال نہیں رہے ۔ ہر لوگ وہاں
کہاں پہلے گئے تھے " کیا اگر وہاں میں بہت پھول کھلتے ہیں ۔

غالب علم ہوا " ہاں آقا اگر میں میں بہت پھول کھلتے ہیں مگر وہ سب کے
سب گل لہجے پہلے گئے تھے ۔ پھولی بادشاہ اپنا گری مل بھڑا کر سامنے اور میں کے
ساتھ شہنشاہ ہے تو سامنے پھول ہی شہر کی طرف ہانستے ہیں اور مل میں خوب
مڑھ کرتے ہیں بڑا اچھا ہوتا اگر تم مل میں اس پھولوں کو دیکھتیں " وہ پھول سامنے پہلے
غالب کے پھول شاہی تخت پر بادشاہ اور مل کے کی طرف رخ ہانستے ہیں کھنکی کے
پھول جو ہیں نا ۔ وہ سب کے سب اپنے آپ کو ایک قطر میں کھڑا کر کے کہنا
مرگم کو پہنچے ہیں ۔ کھنکی کے پھول سب سے شریف پھول ملنے جانتے ہیں پھر
وہ سبے رنگ ہر رنگے پھول اندر آنا شروع ہوتے ہیں ۔ اور سے " کھنکی پھول "؟

نخعی ایڈا کے پھول

نخعی ایڈا بولی " میرے پھول تو خرچا گئے "؟

کی شامیں کھنے تو زمانہ تھے اور اب ہیں کہ وہ مر جاسکے پہلے بارہ ہے ہیں ۔ ایسا
کہہ رہے "؟

نخعی ایڈا کا ساتھی ایک طالب علم تھا " وہ ایڈا کے سامنے والے صوفیہ بیٹھا
تھا۔ ایڈا اُسے بہت پانی تھی ۔ صوفی اس لیے پانی تھی کہ وہ اسے منہ منہ سے
کی باتیں سننے لگا کرتا تھا ۔ کہاں کیا سننے کے ساتھ ساتھ وہ ایڈا کو کافز کے
رنگ پر لگے کھنڈے بنا کر دیتا تھا ۔ کافز کی بنا پانی ہوتی تو میں " کافز کے پھول " کافز
کی کہیں " کافز کے دل " اناچے اوپنے کھنڈے میں دو دانے بھی ہوتے تھے ایسے
۲۵۰ سے ۳۰۰ دانے اور کھنڈے کھتے تھے ۔

۔۔۔ وہ بڑا پسینا طالب علم تھا ۔

نخعی ایڈا کی باتیں سن کر وہ بولا " ایڈا تم پانی تو تمہارے " پھول ملت کو پہنچے
گئے تھے ۔ وہ اب وہ ناچتے ناچتے خشک گئے ہیں ۔ اسی لیے تو ان پھولوں نے
اپنے سہ جہاں ہے لیا ۔

چلے پھول: حضرتانی پھول: ملی پھولوں کے ساتھ ناپت افتادہ گروہ چلتے ہیں۔

حضرتانی اور ملی پھول: اصل خود تیریں ہیں۔ پہلے بڑے بڑے پھول وہ ہیں جن کا کوئی ساتھی نہیں۔ بدلے ہمارے یہ پھول بس چندوں طرف دیکھتے ہیں کہ ہر چہیدہ کیلئے سے جہد ہی ہے انہیں۔

آقا ابلی: تو بہت قہر پھول بادشاہ کے محل میں کب ناپتے تھے۔

ہوں۔ وہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ شانِ افسانہ وقت جب محل کا مستحکم بڑی بڑی کتبیں کا میلہ لگاتے محل کے اندر آتا ہے وہ دیکھنے کے لیے کہ محل میں سب شیک خفاک ہے پھول بھی بہت ہوشیار ہیں۔ جیسے ہی کنبوں کی آنکھوں کے آواز سے پہنچتی ہے سب کے سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کہ اپنے آپ کو رشتہ پر وہاں کے چپے چپا لینے ہیں۔ یوں خفا مستحکم اور افسانہ کی کہتا ہے پھول تو پھولوں کی جگہ ہی جگہ ہے۔ مگر وہ ان پر اسے زیادہ سے پھولوں کو رگہ نہیں دیکھا۔

”بڑی عجیب بات ہے“ نئی آقا اپنے ننھے ننھے انھوں سے ”ایسا رہا ہمارے نئی۔ کیا میں بھی ان پھولوں کو نہیں دیکھ سکتی۔“

آقا کا دوست بڑا عزیز دیکھ سکتی ہو جس کی لال کی طرف ہاتھ تو بس کمر کی میں سے ہر جگہ کر دیکھ لیتا۔ آقا میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ ہنر سے میں نے کیا دیکھا۔ ملی کا بڑا سا پھول ایک مونس پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ مل کی ایک پیچم تھی۔

آقا ابلی: کیا ہر باران کے پھول وہاں جا سکتے ہیں۔ اچھی دودھ رنگ۔ بے شک جاتے ہیں۔ اسے بھی پھول تو ڈالتے ہیں۔ تم نے بالی بڑی تھیں کو نہیں دیکھا وہ کیسے آتی ہیں۔ کیا ہے پھول سے کم ہیں۔

پھول بھی اپنے فرائض سے ہر روز آتے ہیں۔ ساتھ والے پتے خواہتے ہیں۔

چتے سوچتے ہیں: بدلے ہمارے پھول کب تک ہمارا سہا رہے۔ جیسے ہیں گے انھیں اڑنے کا گھنٹہ ”تم تو ہم پتوں کی بات کرتی ہو“ ہوسکتا ہے وہ پتوں کے پھول بہ بات جانتے ہی نہ ہوں انھیں کیا افسانہ ملی میں کسی خوشی میں مٹا جاتی ہیں۔ میں کب کہتا ہوں اب کی باد جب تم باران میں جاؤ تو کسی نہ کسی پھول کے کان میں کہنا کہ دیکھو محل میں ساری رات پھولوں کا نایق ہوتا ہے۔ جب کہ یہ کہی تو تہا بہت ایک پھول سے دوسرے پھول تک جاتی ہوئی ملاتے پھولوں تک پہنچ جاتے گی پھر دیکھنا ایک نایک وہی سارے پھول چس سے اڑا ہائیں گے۔ اور پھولوں پر کچھ نہ دسلے۔ دیکھ کر حیران نہ ہائیں گے کہ آخر باران کے سارے پھول کہاں چلے گئے۔

”سچ ہے“ آقا ابلی: مگر میں جو کہ کسی پھول کے کان میں کہوں گی وہ بات دوسرے پھولوں تک کیسے پہنچ جائے گی۔ پھول تو بات نہیں کرتے نا۔

ہاں وہ تو مجھے پہلے بات نہیں کرتے۔ مگر وہ بات ایک دوسرے کو اشارے افتادہ کرتے ہیں۔ ایسے اشارے جو ہر بات سمجھ ادا کرتے ہیں۔ کیا تم نے پھولوں کو اور افسانہ حرکت کرتے نہیں دیکھا ہے۔ جب حضرتانی بولا پتوں سے تو وہ ہر بات سمجھ جاتے ہیں۔ وہ ساری باتیں جو ہم لوگ ایک دوسرے سے کہتے تھے آقا ابلی: کیا پھول پر دیکھ دیکھنے والے ان اشاروں کو نہیں سمجھ سکتے۔

”کیوں نہیں کہہ سکتے“ آقا کا ساتھی بولا۔ سنو ایک صبح کیا ہوا معلوم ہے نہیں باران نے میری ایک جنگلی پھول ایک نہایت ہی نہیں گولی پھول سے اشارے کیا تھا۔ اس بات کا تم بہت اوصاف بتا رہے تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں مگر پھولوں پر لکھ جاتے دسلے ان باتوں کو کہتے نہیں کرتے وہ نورانی باتیں ہمارے جنگلی پھولوں کو ہوشیار کر دیتے ہیں۔ مگر نائی جانتے وقت جنگلی پھول کے کٹھنوں سے چتے پھول تک انھیں کہتے ہیں۔

نے چمڑا تھا۔

پہرے پر اسلام بھاگ کر کوئی پیا تو بھاگ، ہلے بہت کچھ لگے اور بیٹے نروں میں ایسی ہیشتی دھن اس نے بھی نہیں سانسلی تھی۔

اب تو پناہ پر سے پہلوں وہاں ناپا، ہے ہوں گے، ایذا نے سوچا، مگر میں کیسے دیکھ سکوں گی۔ وہ اپنی ہی اور اپنی کے خوف سے ہنسنے لگا۔ کاش وہ پہلوں میں آجاتے، مگر یہاں تو بیٹے شروں میں رہا، باخا، وہ اور بدداشت دیکھی ہنسنے لگی ہوئی تھی اور کہے کے اندر کھلے دھڑکے کی طرف چلی۔

وہ تمہاں تھے تو ایذا نے وہاں کیا دیکھا۔ دیکھا کہ کمرے میں چراغ نہیں ہے، پر بھی گرہ خوب روشن ہے، گرے کے فرش پر پادلوں طرف چاندنی پھیلی ہوئی ہے، پہلوں اور کھیاں دو قطاروں میں کمرے کے کونوں میں خالی گداں موجود تھے اور پہلوں ایک دوسرے کو ہرے پتوں کے ذریعے تھامے ہوئے بڑی شان سے ناپا، ہے تھے پیا تو بہت بہتر بڑا اندر پہلوں میں پڑا تھا۔ اتنا بڑا پہلوں ایذا نے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔ ہاں اُسے یاد آیا کہ یہ پہلوں بالکل اللہ کی طرف مت اب اس کی اسیلی تھی، اب پہلوں ہنس رہے تھے، فدا ہی کی طرف یہ پہلوں ایک طرف سر ہٹا کر پیا تو بھاگ رہا تھا۔ اور وقفہ وقفہ سے پناہ سہارا، باخا۔

پہرے ایک بہت بڑا نیلا پہلوں آگے بڑھا۔ اس بیز کی طرف چلا جہاں ایذا کے گلوں نے، کچھ تھے پہرے ایذا کے سر کی طرف گیا اور پردے ہٹا دیے۔ وہاں رہا پہلوں لیٹے ہوئے تھے، پردے کے نیچے ہی لیٹے ہوئے پہلوں دیکھے پہلوں سے ملنے کے لیے آئے بیٹے، ان پہلوں نے چار پہلوں کو اپنی طرف بلایا۔ یہ پہلوں ہی ایک پہلوں کے اور شخص سے تھیں یہی کی طرف تھپتھپتے، اسی شان سے جیسے پہلوں ناپا، ہے تھے۔

پہانگ کیا ہوا۔ میرے کسی چمڑے کے گرنے کی آواز آئی، ایذا نے اس طرف دیکھا، یہ ایک سلاخ تھی شانہ، یہی ان پہلوں کے درمیان آنا پناہ تھی۔ اس سلاخ سے ایک سویم کی گڑبہ چمکی ہوئی تھی۔ گڑبہ کے سر پر بہت ہی پسیدا ہوٹ تھا۔ بالکل ایسا ہیٹ جیسا کہیل لوگ پہنچتے ہیں جس کے پادلوں طرف نیلا اور لال دیں تھا، شانہ سلاخ پہلوں کے گڑبہ پہنچنے کے لیے بے تاب تھی اس لیے وہ میرے نشان پر بھی آگئی تھی اور سپاہیوں کی طرف ناپا، ہی تھی پہلوں بے چارے ہلاک ہلاک وہ بھاری قدموں کے ساتھ کیسے ناپا، کھتے تھے۔

پہرے کیا ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سویم کی گڑبہ سلاخ پر چمکی ہوئی تھی جن نونگنی، ایک لہا بڑا جن، مضبوط، طاقتور، اس نے گڑبہ آواز میں پکارا۔ جنوں کے ڈنوں میں، کوئی ہے، ہر فصلوں نیلا، بھرا ہے۔

ایذا کو یاد آیا، ہاں ایسی باتیں تو بڑھا دیکھ کر تھامے۔ کچھ اس طرح کا چہرہ بالکل دیکھل دیکھل پہلوں اور مریا ہوا تھا، سلاخ پر کے نیچے کافین اور پہلوں نے اس میں کے پیروں میں پہلی کی چمکی کا لینا تھا کہ وہ بھی پہرے سویم کی گڑبہ میں گیا۔

نئی ایذا، دیکھ کر اپنی ہنسی روک دیکھی۔ ایذا کی ہنسی اس کے ساتھ نہیں دیکھ سکے، سلاخ پر سے ناپا، لگی، لیکن یہ سلاخ ناپا، تھپتھپتی کبھی بہت ہی باریک ہو جاتی کبھی بہت موٹی، کبھی خوب، کبھی، کبھی بہت ہوئی، اب سلاخ پہلوں ناپا، رہے تھے۔

پہرے بڑک دھا سے ایک نندہ وار کشکا ہوا، اس بیز کی دھا میں ایذا کی گڑبہ موٹی لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بیز کی دھا سے پناہ سہارا اور پادلوں طرف جھپٹ سے دیکھتے ہوئے پناہ کیا یہاں ناپا، ہوا ہے؟

اکل بھر نہیں آئی کہ پہل کبھی سے آئے ہیں، شاید یہ پہل شادی بارگاہ کے تھے۔

بچے وہ پہل جو گلاب کے تھے خیرا کافی پہنچے ہوئے تھے۔۔۔ ماہر ہاتھ تھے
پہرہاں کے بچے پیچہ لکڑی رنگ کے دوسرے پہل مریح لکائے چلے آ رہے تھے
ساتھ ساتھ دھن دھن کا آواز۔ دوسرے پہل لکڑی، بھارے تھے۔ کہہ دوں کے بعد وہ
دن دن کے پہل بھی آ رہے تھے۔ جھنکی، لال، پچھلے، آبی، چنبیلی، موتیا ہیں دیکھنے
کے رنگ تھے ان کے، ہڈی سارا منظر تھا۔

انہوں نے خوش خوش پہلوں نے ایک دوسرے کو شہر بڑھ گیا۔ یعنی رات کا
سلام کیا۔ اور نئی ایڈا پھر سے سونے کے لیے اپنے نرم گرم بستر میں گھس گئی۔
دوسری صبح جیسے ہی خوش ایڈا نے کپڑے پہنے۔ وہ اپنی اس پہوئی میز پر طوط لکڑی
کو دیکھے اس کے پہلوں۔ وہاں جیڑا نہیں۔ ایڈا نے ہندو اٹھایا۔ پہلو تو پہلو
تھے مگر وہ کل سے زیادہ مریح لکائے ہوئے تھے۔ متونی بھی میز پر داد میں بیٹی
ہوئی تھی۔ بہت تھکی تھی دکھائی دیتی تھی۔

ایڈا نے پوچھا۔ تم کو یاد ہے متونی پہلوں نے مجھ سے کیا کیا کھنے کے
لیے کہا ہے۔

متونی اُسے متونی ہی ہیں۔ وہ ایک تھا ابھی خدائی۔

ایڈا نے متونی سے کہا۔ متونی تم بہت غراب ہو۔ رات بھر پہلو تمہارے
ساتھ ناچتے رہے وہ نہیں ان کی باتیں یاد نہیں ہیں۔ پھر ایڈا نے میز پر داد میں
کاڑا ہونٹ کا ایک ڈبہ نکالا۔ اس ڈبہ پر چڑوں کی پیرا پیرا تصویریں بنی ہوئی
تھیں۔ اس ڈبہ میں ایڈا نے پہلوں کو کہہ کر روٹی۔ سب پر داد میں جیسے غلے
کا دیں تھیں ہاتھ میں لے کر تمہارے کچنے کے مطابق نئی چڑا کے پیسے کے
پاس لے جا کر دکھا دیں گی۔ تاکہ تم آئے دن لے گری کے موسم میں اس سال سے زیادہ

نئے سے سروے لے کر آئے ہو پھر کیا تم میرے ساتھ ناچو گی۔ گڑا ہوئی۔
ہاں تم میرے لیے غنوں ہو۔ پھر متونی میز پر بیٹھ گئی۔ اس میز پر کہ کوئی پہلو اس
تک پہنچ کر اس کے ساتھ ناچنے کی دھماست کرے گا۔ مگر کوئی پہلو آگے نہ
بڑھا۔ وہ خاموشی۔ آہوں۔ آہوں۔ پھر یہی کوئی دیکھا۔ سروا تو خود بخود ناچنے لگا۔
جب کوئی پہلو متونی کے ساتھ ناچنے کو آئے نہیں بڑھا تو وہ دے دے کر خوش رہ
گئی۔ بڑا دھماکا ہوا۔ سارے پہلو اس کی طرف غنوں سے ہوا چھنے لگے۔ کیا ہوا۔
کوئی پوٹ تو نہیں آئی کبھی پوٹ تو نہیں آئی۔

خوش قسمتی سے متونی کے کوئی جھٹ نہیں آئی تھی۔ آئے ان کے پہلوں نے
بڑے الفاظ سے گڑا کا شکریہ ادا کیا کیونکہ وہ اس کے بستر پر دن تک آرام
سے سوتے رہے تھے۔ پھر ان پہلوں نے گڑا کو کر کے کے بچوں پہ کچھ کیا۔
وہاں کچھ لیا پہلو چاندنی ملک۔ یہ تھی اور اس کے ساتھ ناچنے لگے۔ دوسرے
سارے پہلو اور وہ نا کر گڑا رہے۔

متونی بہت خوش تھی اس نے نئی ایڈا کے پہلوں سے کہا۔ "تم لوگ
رات بھر میرے بستر پر سو سکتے ہو" میں ایک رات میز پر داد میں سولی گی۔

پہلوں نے کہا۔ ہم تمہاری اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اب ہم
تمہارے بستر پر سوئیں گے۔ انہیں ٹکوت دیں گے۔ کیونکہ کسی طرح کی میز تک
تو ہم کو ختم ہو جاتا ہے۔ نئی ایڈا سے کہو۔ وہ ہمیں بارگاہ میں دھکی کر دے۔ وہی
چلے ایکس پرانی چڑا کا بھرہ ہے۔ آئے دانی گریں میں ہم پھر لوگ ہائیں گے۔
اور اس سال سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو کر آئیں گے۔

"نہیں۔ نہیں۔ متونی اور اس پر کر رہی۔ تم لوگ بھی ختم نہیں ہوں گے؟
پھر اچانک وہاں نہ نکلا اور بہت سے پہلو ناچتے ہوئے اندر آ گئے ایڈا

خوبصورت بن کر مہنگ سکوا۔

ایقانے جس بھائی کا ذکر کیا تھا۔ اصل میں وہ دوہرایا ہے پیارا ہے
لڑکے تھے۔ جن کے نام تھے۔ جیسٹ اور اڈولف ان بچوں کے والد نے انہیں دو
پھولوں کے بڑے بڑے گلہ تے دیے تھے۔ یہی گلہ تے دکھانے کے لیے
دونوں بھائی ایقانے کے پاس آئے تھے۔

ایقانہ بولی۔ جیسٹ۔ اڈولف دیکھو میرے پھول کتنے مرجھا گئے ہیں۔
ہائیکل مرجھا گئے ہیں۔ پھر بڑوں کی طرف بولی۔ انہیں وطن کرنا ہے و

دونوں لڑکے سامنے سامنے چلنے لگے۔ اُد غنی ایقانہ ان دونوں کو پیچھے پیچھے
چلنے لگی۔ ہاتھوں میں پھولوں کا ڈپہ تھا۔ ایک غنی سی قبرگروہی گئی اور ایقانے
ان پھولوں کو ایک بار پیا کر کے ڈبے کو گڑھے کی تہ میں رکھ دیا۔

جیسٹ اور اڈولف نے اپنے اپنے گلہ تے پھولوں کی اس قبر پر رکھ دیے
کیا تمہیں اس کہانی پر یقین آیا۔ نہیں آیا۔ یقین آنا چاہیے۔ غنی ایقانہ کہتی ہے
کہانی ہائیکل غنی ہے۔ ہو سکتا ہے ایقانہ کا خواب ہے۔

مہاراجہ کے کپڑے

ہجو۔ تمہیں یہ کئی کریمت ہوگی کہ میں پہلے ایک ایسا مہاراجہ بنی تھا جو اپنی
سادی دولت اچھے اچھے کپڑے پہننے پر فرط کرتا تھا۔ اُسے اپنے ہاں پہل کی فکر
تھی وہ خود بھی تعزیر کے لیے کسی جیلز کو جاتا تھا۔ دشامی سولوں میں جوت کرکھی
باہر نکلتا تھا۔ کبھی کبھی باہر نکلتا میں تو بس اپنے تھے کپڑے دکھانے کے لیے۔
ان میں ہر گھنٹہ بعد وہ اپنے کپڑے بدلتا تھا۔ جس طرف نہ لے جاؤں کے
بلے میں کہا ہوا ہے کہ وہ سارا وقت وہاں میں صرف کرتے تھے۔ اس مہاراجہ
کے بلے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مہاراجہ دین رات اپنے منظر کے کرے میں
رہتا تھا۔

مہاراجہ جس شاندار شہر میں رہتا تھا اس شہر کی زندگی بڑی رنگین تھی۔ روزانہ
سکین گزرتی۔ یعنی لوگ اس شہر کی سیر کے لیے آتے تھے۔ ایک دن آئے وہاں
میں شہر میں دو شگ آ گئے۔ ج دونوں آدمی بڑے دھوکے پڑتے نظر نہیں نہ
اپنے آپ کو راہروں سے ظاہر کیا۔ کہنے لگے ہم ایسے کپڑے بن سکتے ہیں جو نہ
صرف محبوب و غریب ہوں گے بلکہ بے مثل ہوں گے۔ ان کے رنگ بن کے

زیرِ آسمان نہ صرف انوکھے ہوں بلکہ یہ کپڑے ان لوگوں کو نظر بھی نہیں آسکتے جو اپنے کام میں مالاختیار ہوں گے اور جہ وقت ہوں گے۔

ہوئے ہوتے جب یہ غیر ملکہ ہو گیا۔ پہلی کو تو وہ دلا۔ ہوں یہ لوگ ہیں جو میرے لیے عہد سے حق پکڑتے تیار کر سکیں گے۔ ایسے کپڑے نہیں بنی کر میں ان لوگوں کو کپڑے سونگے گا جو اپنے اپنے جھوٹ کے لائق ہیں میں اور ہمسرہ سارے بے وقوفوں میں سے ان لوگوں کو یقین لوں گا جو نہایت گھبرائیں ہمسرہ مہلہا جو نے حکم دیا۔ فوراً کپڑے تیار کر دے جلد میں۔

پھر مہلہا جو نے ان دونوں خٹکوں کو روپہ میں طلب کر کے ایک جمادی۔ رقم پکڑوں کی تیاری کے لیے دے دی اور حکم دیا فوراً کام شروع کیا جائے۔

دونوں خٹکوں نے کپڑا بننے کی بڑی بڑی مشینیں لگائیں اور جیسا تھا برکیا جیسے وہ ان مشینوں پر بیٹھ کر کپڑا تیار کر رہے ہیں

مگر پہلی بات یہ ہے کہ مشینوں پر کچھ بھی نہیں تھا۔ ہمسرہ دونوں کپڑا بنے۔ ہے تھے۔ دن میں لگی اور رات دیر لگے۔

ایک دن مہلہا جو نے سوچا کپڑا بننے کا کام شروع ہو چکا ہے چل کر دیکھنا چاہیے کہ آخر کپڑا کیسا نکلا ہوا ہے۔ کتنا کام ہو چکا ہے اور کتنا باقی ہے۔ ہمسرہ کی مہیاں کیا کہ کپڑا ان لوگوں کو بالکل نظر نہیں آتا جو اپنے ہمسے کے لائق نہیں ہیں۔ اور جہ وقت ہیں۔ اگر سارے گئے نظر آئے تو کیا ہو گا پھر اس نے سوچا نہ ٹھیک ہے اپنے آپ جانے کے بجائے کہ وہ مسرت لوگوں کو بھیجنا چاہیے کہ وہ دیکھیں کہ کام کیسے چل رہا ہے۔

ساتھ شہر میں ان دونوں کپڑا بننے والوں کا چرچا ہوا۔ مہلہا جو مہلہا جو کے لیے نیا لباس تیار کرنے والے تھے اور دن رات کپڑا بن رہے تھے۔ ہر شخص اس

بات کے استحکام میں حاکم مہلہا جو کپڑے نہیں اور شہر کے بے وقوفوں کی تعداد معلوم ہو جاتے۔ ہر شخص اپنے بڑی کپڑے وقت گنتا تھا۔

مہلہا جو نے سوچا سب سے پہلے اپنے بڑے وزیر کو دیکھنا چاہیے۔ یہ بہت اہم تھا کہ وہ چار چار تھوڑے گاڑ کپڑا کیسا ہے کام کیسے چل رہا ہے۔ بے ٹھیک تھا وزیر کا وزیر بہت گھبرائے۔ اس جیسا کام کرنا بہت مشکل ہے کوئی نہیں کر سکتا۔ بات طے ہے۔

اس صاحب مہلہا جو کے حکم سے وزیر کا وزیر وہاں پہنچا جہاں وہ لوگ کام کر رہے تھے اور دن رات کام کر رہے تھے۔ خالی مشینوں پر دن رات کپڑا بننا ہمارا تھا۔

جب وزیر کا وزیر پہنچا تو اسے سوائے مشینوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ پہلی پہلی آنکھوں سے دیکھتا ہوا اپنے آپ سے دلا۔ یہاں تو کچھ بھی ایسا جیسے کہ کسی نظر نہیں آتا ہے۔ مگر وہ دلا۔ کچھ نہیں

دونوں خٹکوں نے بڑے وزیر سے درخواست کی کہ وہ مشینوں کے قریب آکر کپڑا دیکھیں۔ خٹکوں اور وزیر کی تعریف کرتے پھر ان دونوں نے خالی مشینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آئیے آئیے۔ قریب آئیے۔

وزیر کا وزیر پریشان تھا اس کے نظر نہیں آتا تھا۔ آخر کیا کیسے وہاں کہہ دیتا تو نظر آتا۔ لیکن بڑے وزیر نے سوچا۔ کیا میں چار بے وقت ہوں۔ اپنے اس عہدے کے لائق نہیں ہوں اور اگر ایسا ہے تو بہت کسی اور پر ظاہر نہیں ہوتی چاہیے نہیں نہیں۔ نہیں کسی سے نہیں کہوں گا کہ مجھے کپڑا نظر نہیں آیا۔

دونوں میں سے ایک نے کہا۔ وزیر صاحب آپ مجھے صحیح راستے دیتے ہوئے بالکل مت بھیجئے۔

وزیر کا وزیر دلا۔ دلا۔ دلا۔ دلا۔ کیا کپڑا ہے بہت خوبصورت۔ اور جواب

وہ روٹے دھڑلے لڑنے لگیں اور پھر شہر نکلیا اور - خوب لڑنا تھا۔ ہوتا ہے۔
 آپ لوگ۔ انہوں کی تو تعریف نہیں ہو سکتی؟

پھر وزیر نے بہت قریب سے کپڑے کو دیکھا تاکہ اپنے مہاراجہ سے وہ
 کپڑے کی تکمیل پائی کر سکے۔ انہاں کی امدادی۔ روتے وزیر نے مہاراجہ سے
 کپڑے کے رنگ۔ بناوٹ اور فریاض کی وہ تعریف کی کہ مہاراجہ بادشاہ بن گیا۔
 روتے وزیر کی تعریف کی غرض سے دونوں خشک کوئی تو انہوں نے لڑا اور
 دھپے طلب کیے، رشتم رنگ، سنہری تار، لٹکے تاکہ بیانی کا کام تیزی سے جاری
 رہے۔ مگر یہ تو تمہارے ہو کر پاس ہے وہ رشتم ہو، یا سنہری تار، یا رقم سب سے سبزی
 دونوں خشکوں کی جیبوں میں چل رہے تھے۔ بیانی کی مشینوں میں تو ایک دھماکا بھی
 نہیں تھا۔ پھر بھی وہ دونوں خشک دن، رات کپڑا لٹے رہے تھے اور مہاراجہ کا دنیا
 لباس تیار کر رہے تھے۔

مہاراجہ نے اور زیادہ اطمینان کرنے کے لیے اپنے بھروسے کے ایک
 اور آدمی کو بھیجا کہ وہ بھی جا کر اس تیار ہونے والے کپڑے کو دیکھے اور نمونے کے
 مہاراجہ کا لباس اب تک تیار ہو جائے گا۔

اس آدمی کے ساتھ بھی وہی سب کچھ پیش آیا جو وزیر کے ساتھ
 ہوا تھا۔ اس آدمی نے بھی بار بار مشینوں کو دیکھا مگر وہاں کپڑا کیا، کچھ بھی نکلنے لگا۔
 دونوں خشکوں نے اس آدمی سے پوچھا: کیوں صاحب کپڑا کیسا بنایا؟
 ہے، ہے، نامہاراجہ کے راقی - پھر وہ دونوں نے انہوں کو اس طرح پھیلایا
 جیسے وہ اسے نہیں کپڑا دکھا رہے ہوں۔

مہاراجہ کے جیسے ہوئے اس آدمی نے بھی سوچا کہ مجھے کپڑا نظر نہیں آتا کیا
 میں نے وہ وقت ہوں۔ ہو سکتا ہے اپنے مہرے کے راقی نہیں ہوں۔ مگر ایسا

ہے جس کو کسی اور کو اس کی نوبت نہیں ہوتی ہے۔

یہ سوچ کر اس نے دونوں خشکوں سے ہٹے جانے والے کپڑے کی تعریف شروع
 کر دی۔ پھر مہاراجہ کے پاس پہنچ کر ہوا۔

غصہ کیا کارگر ہیں وہ دونوں۔ وہ۔ خوب۔ اور کیا کپڑا بن رہے ہیں۔ وہ لوگ
 کیا اس کے رنگ ہیں۔ کیا فریاض ہے۔ یہاں مہاراجہ اس تیار ہو گا کہ سب کے سب
 رنگ وہ پائیں گے۔

غرض سلسلے فہم میں اس ان کے کپڑے کی تعریف ہو رہی تھی جیسے وہ دونوں خشک
 بن رہے تھے۔ مہاراجہ بھی کپڑے کی تعریف میں تیار ہو کر وہ کپڑا دیکھنے کے لیے بہ قرار
 ہوا تھا۔ مگر کپڑا تو ابھی ختم نہ ہوا تھا۔

آخر مہاراجہ نے ایک دن اپنے بھروسے کی ایک طاقت کے ساتھ کارگروں
 کو اس پہنچنے کا ارادہ کر لیا۔ اس طاقت کے وہ آدمی پہلے بڑے مہرے سے وہ پتنگے
 تھے۔ ان سب کو کہہ کر مہاراجہ دونوں کارگروں کے پاس پہنچا۔

مہاراجہ نے دیکھا کہ وہ دونوں آدمی بڑی توجہ سے مشینوں کی طرف جھکے ہوئے کام
 کر رہے ہیں۔ مگر یہ کیا۔ مشینوں میں خدا سا دھماکا بھی نہیں ہے۔

"وہ۔ وہ۔ اب" طاقت کے ان مہاراجہ کو ہوں نے پکارا۔ غصہ ہوا۔ نہاد کیجیے
 تو کیا فریاض ہے؟ کیا اس کپڑے کے رنگ ہیں۔ وہ۔

مہاراجہ نے مشینوں کو ٹوٹے دیکھا۔

پھر سوچا کیا بات ہے۔ یہ کیا قحط ہے۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔ کیا میں
 بے وقوف ہوں یا میں مہاراجہ ہونے کے راقی نہیں ہوں۔ یہ لوگ کیا کہیں گے مجھ
 مہاراجہ نے انہوں کو اس سے کہا۔ بہت غرض مت کپڑا ہے مجھے سے مرہ سے غرض
 بات نہ مٹی کہ اسے اب مجھ کو نظر نہیں آتا تھا۔

مہاراجہ کے ساتھ آئے ہوئے سارے لوگوں نے بڑے خور سے میٹھوں کی
 طوفان کیا انھیں وہی نظر آیا وہ وہاں خراج من خالی میٹھیں "مگرب" نے مہاراجہ کی
 ہار میں اس طاقی "بولے" حضور "واہ - واہ - واہ" بے شک کیا عمدہ کپڑا ہے "پیرچہ"
 پھر بولے "حضور" واہ - واہ! ایسی کچھ دلوں بعد ہو شاندار جلوس نکلتے دیکھو اس میں آپ
 دیکھا کپڑے پہننے - واہ - واہ جواب -

خوش سب سفر ہی تھا برسیا کہ وہ کپڑا اور کچھ بہت خوش ہوئے ہیں مہاراجہ
 نے فوراً اپنے پاس سے وہ بھول این دلوں میٹھوں کو دیتے کہ وہ اپنے کوٹ کے
 کانٹوں لگائیں اور دونوں کو شادی بکھاسے کا خطاب بھی دیا گیا۔

جلوس کے این کاسب کی بڑا انتظار تھا۔ دونوں پہلے ان میٹھوں نے سوار بڑی
 میٹھیں لگا کر سب پر داخل کر دیا وہ توں کو جاگ جاگ کر مس قد محنت سے کام
 کر رہے ہیں۔ پھر ان دونوں نے اس طرح ظاہر کیا کہ وہ میٹھوں سے کپڑا نکال کر
 مناسب نگارے کاٹ۔ بے زبردستی بڑی قیہیاں ہوا میں چل رہی تھیں اور وہ بعد
 سے بدل دینا کام حکم کر دیا چاہتے تھے۔

پھر اگر ایک دن این دلوں میٹھوں نے اعلان کر دیا کہ مہاراجہ کے بچے بہت
 تیار ہیں۔ مہاراجہ اپنے انتہائی بچے اور شریف کٹیوں کے ساتھ ایک بار پھر ان
 میٹھوں کے پاس پہنچا۔ وہ میٹھوں نے اپنے ہاتھ ہوا میں بند کر کے کہا یہ آپ کا
 بہنلوں ہے۔ آپ کا کوٹ ہے اور یہ بات کپڑے ہیں۔ یہ سارے کہتے
 اس قدر کہتے اور تھیں ہیں کہ مرکزی کا ہالا بھی دھندلا ہو گا اگر کوئی بہن لے قراے
 محسوس ہی نہیں ہو گا کہ اس نے کچھ پہنا ہے "دیکھیے کیسا عمدہ کپڑا ہے"

"بے شک بے شک سب کے سب چٹا اٹھے مالا کہ ان میں سے کسی کو
 کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر ان دونوں میٹھوں میں سے ایک نے کہا: "حضور" واہ - واہ! اگر آپ اپنے بچے
 اندر ہیں تو ہم آپ کو یہ کپڑے پہنانے کی کوشش کریں گے۔ آپ اپنے لباس کو
 اس آئینے میں دیکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔

مہاراجہ نے خوش خوش اپنے بچے اندر سے دونوں میٹھوں اس حسن کی
 حرکتیں کرنے لگے مجھے وہ اپنا دینا یا ہونا لباس مہاراجہ کو پہنا ہے ہیں۔
 نیا لباس پہننا کہ وہ مہاراجہ کو پناہوں طرف سے دیکھنے لگے اور ایک بڑے
 آئینے کے سامنے گھومنے لگے تاکہ وہ اپنے لباس کو اپنی طرف دیکھ سکے اور لباس
 پہنا کر سکے۔

دونوں میٹھوں نے کہا "حضور" آپ پر یہ لباس خوب ہی رہا ہے۔
 سب لوگ چٹا اٹھے کی نیا لباس خوب ہے۔ واہ کیا اس کا رنگ ہے
 کیا از چٹائی۔

پھر وہ بچے نے مہاراجہ سے کہا: "حضور" پھر شامیاد تیار ہے۔
 مہاراجہ نے کہا: "بہت خوب ہم بھی تیار ہیں۔ اور پھر آئینے پر ایک آخری
 نظر ڈالی۔ اور کہا واقعی یہ ایک اچھا لباس ہے بہت عمدہ ہے۔
 وہ آئینوں نے مہاراجہ کے پیچے اور اس طرف لباس اٹھایا جیسے وہ لباس
 کو اس آئینے سے دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح مہاراجہ میٹھوں کی جانب بڑھا۔
 جلوس روانہ ہوا۔

مہاراجہ اپنا اچھا لباس پہن کر میٹھوں سے گئے۔ وہاں
 میٹھوں کے مکانوں کی کھڑکیوں سے اٹھادی آئے تھیں۔ وہ خوب محراب
 مہاراجہ کا نیا لباس ہے۔ شاندار ہے۔ خوب ملائی اور پھر لباس کا پہلا مشق کیا
 کہ اس کے اچھا ہوا جو مہاراجہ کے پیچے وہ آئینہ کو سمجھانے ہوئے ہیں۔

وردہ راستے سے یہ لباس غریب ہو جاتا تھا۔

مجھ سے سے یا کون کون میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ مہلادہ کے جسم پر کوئی لباس نہیں ہے۔ کیونکہ وہ چلتے تھے کہ یہاں کہنے پر ہر شخص بلا لائق اودھے وہ وقت کا ہاتھ لگا۔

مگر ہانگ ایک ننھے ننھے لڑکے نے پتھر ۶۰ مہلادہ کے جسم پر تو کچھ بھی نہیں ہے ۶۰ ننھے لڑکے کا اتنا چمکا تا تھا کہ سدا میں چرخ اٹھا۔ ہاں ہاں مہلادہ کے جسم پر کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ یہ کیسا لباس ہے ۶۰ مہلادہ مجھ کی تواریس سن کر حشر حشر کرنے لگا اس نے سوچا کہ اسنے سلسلے لوگ تو نکلا نہیں کہہ سکتے مگر اس مجلس کو کسی تو آگے بڑھتا ہے ۶۰ مجھ کی پرواہ کے بغیر جو زیادہ اکر کر چلنے لگا اودھے کے آنے والے صلیبوں نے اودہ زیادہ احتیاط سے مہلادہ کا وہ دامن ختم کیا۔ جو کہیں تھا ہی نہیں

بچوں کا ادب

- ۱۔ اودھ کی کہانی { یہ مشہور ہیں
۶۰ ۲۵
- ۲۔ جب کے بچے ہیں { مشہور ہیں
۱۰ ۲۵
- ۳۔ ان سے ہے { مشہور ہیں / حلقہ شوق
۳۰ ۵۰
- ۴۔ بکس کا بارش { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۵۔ بکس کی اسٹریٹ سٹریٹ { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۶۔ بکس کی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۷۔ بکس کی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۸۔ بکس کی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۹۔ بکس کی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۰۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۱۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۲۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۳۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۴۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۵۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۶۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۷۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰
- ۱۸۔ بکس کی کہانی { مشہور ہیں
۱۰ ۵۰



Rs.4.50

7.00	کے شیخ کا / ساحر پشیدہ کی	19. چنگیزی کی کہانیاں (حصہ چہارم)
3.50	اطہر پرویز	20. چاند اور چاندنی کی دنیا
2.50	سہادت نعیر	21. پہاڑ کا
2.25	نئی نئی لہجہ دار کی سی، سوانہ کی	22. ہاتھ، ان کہتے
3.25	نور الحسن نقوی	23. ہندویش کا نقشہ
3.00	ایچ۔ ڈاکٹر سلطان	24. چند درجہ
6.50	مرحہ - نور الحسن نقوی	25. دانہ دان کا نقشہ
3.40	فدائیں ڈاکٹر / م - نورم	26. راجس گروس
5.00	مزا دانی، سحر / مرحہ - عینہ عباسی	27. شریعت نامہ
2.20	مہتابہ - م - نورم	28. غزل منہ پھر دو، وہ سر سے نکلتے
6.00	دانی دانی کا	29. فٹ بال کی کہانی
3.00	نور محمد عباسی، انجیل، حفیظہ دینی	30. گزری کے غزلت سب
5.00	اطہر پرویز	31. شیش گونہ (دوسرا ایڈیشن)
2.00	مہتابہ - محو حقیقت الہی	32. ملا عام کی کہانیاں
3.75	مہتابہ - حقا، انجیل، ہمدان	33. ہمارے
3.00	سہادی اسلمی (انجیل)	34. ٹانگہ
6.50	آفتاب احمد، گونہ - فیم احمد	35. فدا کی کہانیاں
6.00	مشکوٰۃ / پریم دانی	36. جری 11، وہ سر سے باہر
7.50	سید شہاب علی، رسولی	37. گریہ کی کہانی
3.75	غلام حیدر	38. لہجہ کی کہانی
4.00	مہتابہ - میر حسن، نوران	39. گھسٹوں کی کہانی
3.75	سینہ، ارشد	40. ہاتھ کی کہانی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترقی اردو بیورو